دعاؤں میں توحید کی تجلی

مؤلف: محمد شریفانی
مترجم: مولانا مقداد حیدر روحانی

توحید اور معصومینؑ کی دعائیں خصوصاً امام سجادؑ کی دعائیں علمی اور عملی طور پر ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ یہ دعائیں توحید اور اس کے مراحل واقسام کی تعلیم دیتی ہیں اور خود بھی توحید نظری اور عملی کی خالص تجلی گاہ ہیں۔

اس مضمون میں معصومینؑ کی ماثورہ دعاؤں میں توحید اور اس کے ابعاد کی تحقیق کی کوشش کی گئی ہے۔ سب سے پہلے اسلام میں توحید کے مرکزی کردار اور دعا کی اہمیت و حقیقت کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد امام سجادؑ سے منقول دعاؤں سے کچھ فقرات نقل کئے گئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعائیں توحید تک پہونچنے کا ذریعہ ہیں اور اسی کے ساتھ توحید عملی کا جلوہ بھی ان میں نمایاں ہے۔

توحید، ادیان الٰہی کا اساسی ترین رکن ہے کیونکہ مطلق حق اور صاحب حق صرف خداوند عالم ہے اسی لئے فقط توحید اور اس کا اظہار بعض انسانوں سے جنگ اور سلب حیات کا منشا ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ۔ ترجمہ: اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک سارا فتنہ ختم نہ ہو جائے اور دین صرف اللہ کا نہ رہ جائے پھر اگر وہ لوگ باز آجائیں تو ظالمین کے علاوہ کسی پر زیادتی جائز نہیں ہے[۱]۔

اس بارے میں امام سجادؑ فرماتے ہیں:

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۹۳

اَللّٰھُم اغزُ بِکُلِّ ناحیۃٍ مِنَ المُسلِمِینَ عَلی مَن بِإزَائِھِم مِنَ المُشرِکِینَ وَ أمدِدھُم بِمَلَائِکَۃٍ مِن عِندِكَ مُردِفِینَ حَتّٰی یَکشِفُوھُم اِلی مُنقَطَعِ التُّرَابِ قَتلاً فِی اَرضِكَ وَ اَسراً اَو یُقِرُّوا بِاَنَّكَ اَنتَ اللہُ الَّذِی لَا اِلَہَ اِلّاَ اَنتَ وَحدَكَ لَا شَرِیكَ لَكَ۔[1]

ترجمہ: خدایا! مسلمانوں کو ہر علاقہ میں ان کے مد مقابل مشرکین پر فتح عنایت فرما اور اپنی طرف سے مسلسل آنے والے ملائکہ کے ذریعہ ان کی امداد فرما تاکہ دشمنوں کو آخری خطہ زمین تک باہر کردیں یا قتل کردیں یا گرفتار کرلیں یا اس بات کا اقرار لے لیں کہ تو ہی خدا ہے اور تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، تو وحدہ لاشریک ہے۔

دوسری طرف، اسلامی تربیت کی بنا پر، دعا بہترین عبادت اور خالص ترین توحید کا اظہار ہے جبکہ کامل ترین بندگان خدا، معصومین علیہم السلام ہیں اور معصومینؑ کی دعائیں، دعاؤں کا بہترین طریقہ اور مرکز ہیں۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں میں، اکثر دعائیں چوتھے امام، حضرت سجادؑ سے نقل ہوئیں ہیں۔آن حضرت نے اپنے زمانہ حیات کے کچھ خاص حالات کی وجہ سے دینی تعلیمات خصوصاً توحید کو دعا کے پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔

اس مضمون میں، سب سے پہلے توحید اور دعا کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد ان دو مقولوں کے آپسی تعلق کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے۔

توحید

توحید مصدر ہے جس کی اصل وَحِدَ (وَحُدَ) ہے جو تنہا ہونے کے معنی میں ہے[2] اور اصطلاح میں "ایمان باللہ وحدہ لاشریك لہ"[3] کے معنی میں ہے لہٰذا خدائے تعالیٰ کی وحدانیت پر اعتقاد رکھنا توحید ہے۔ امیر المومنینؑ اِنَّ اللہَ وَاحِدٌ کے معنی کی توضیح میں فرماتے ہیں:

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعاء نمبر ۲۷، بند ۸
۲۔ ایضاً، ص ۴۴۹
۳۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج ۳، ص ۲۸۱

اِنَّ القَولَ فِی اِنَّ اللہ وَاحِدٌ عَلی اَربَعَۃ اَقسَامٍ، فَوَجْهَانِ مِنْهاَ لاَیَجُوزَانِ عَلی اللہ وَ وَجْهانِ یثبِتَان فِیہ، فَاَمَّاالَّذَانِ لَایَجُوزَان عَلَیہ فقول القائل واحد یقصد بہ باب الاعداد فھذا ما لایجوز لانَّ ما لاثانی لہ لایدخل فی باب الاعداد، اما تَریٰ انَّہُ کَفَرَ مَنْ قال ثالث ثلاثۃ؛ وَقَولُ القائل ھوَ واحدٌ مِنَ النَّاس یُرِیدُ بہ النوع من الجنس فھذا مالایجوز علیہ لانہ تشبیہ، وَ جَلَّ ربُّنَا عَن ذالك؛ فامّاالوجھان اللذان یثبتان فیہ فقول القائل ھو واحد لیس لہ فی الاشیاء شبہ، کذالك ربُّنا؛ و قول القائل اِنَّہ عَزَّوَجَلَّ اَحدِیُّ الْمَعْنی یَعنی بہ اَنَّہُ لاَ یَنقَسِمُ فِی وجودٍ و لاعقلٍ وَ لاَ وَھمٍ، کَذالكَ رَبُّنَا عَزَّوجَلَّ۔[۱]

ترجمہ: اس کلام میں، واحد کے چار معنی بیان کیے گئے ہیں: واحد عددی، واحد نوعی، واحد بہ معنائے بے نظیر، واحد بہ معنای تجزیہ ناپذیر۔ اول کے دونوں معنی ذات حق عزّوجل کے لئے صحیح نہیں ہیں، کیونکہ خداوند عالم نہ تکثر و تعدد پذیر ہے اور نہ ہم جنس اور نہ ہم نوع کا حامل ہے۔ ہاں دوسرے دونوں معنی خداوند عالم کے لئے قابل اثبات ہیں۔

توحید کی اہمیت:

آیات اور روایات میں توحید کا مقام: اکثر قرآنی آیتیں اور معصومینؑ سے منقول روایتیں بلاواسطہ یا باالواسطہ توحید سے مرتبط ہیں۔ قرآن و احادیث کے مطالعہ سے توحید کے بارے میں جو اہم باتیں سامنے آتی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **نجات:** انسانوں کو فلاح اور رستگاری فقط توحید کے پرچم تلے مل سکتی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: قولوا لاالہ الا اللہ تُفلحوا۔[۲]

۱۔ دلشاد تہرانی، مصطفیٰ، سیری در تربیت اسلامی، ص ۸۳

۲۔ صدر المتالہین شیرازی، محمد، المبداء والمعاد، ج ۱۸، ص ۲۰۲

فبالتوحید حرّم اجساد امتی علی النار[۱]۔

حدیث قدسی میں آیا ہے انی انا اللہ لاالہ الا انا من اقر بالتوحید دخل حصنی و من دخل حصنی امن عذابی[۲]۔

۲۔ فرد اور معاشرہ کی معنوی حیات توحید سے وابستہ ہے، جیسا کہ حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں: التوحید حیاۃ النفس۔ اسی لئے قرآن مجید نے کفار کو توحید سے دور رہنے کی وجہ سے مردہ قرار دیا ہے اور انھیں زندہ لوگوں کے مقابلے میں شمار کیا ہے[۳]۔

یُنذِرَ مَن کَانَ حَیًّا وَیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَی الْکَافِرِینَ۔ ترجمہ: تاکہ اس کے ذریعہ زندہ افراد کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں اور کفّار پر حجّت تمام ہو جائے[۴]۔

۳۔ تمام انسانوں کا اس حیات بخش عنصر پر فطری اور مسلّم حق ہے اور ہر ایک اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور مادی حیات کی طرح اس سے کسی کو روکا نہیں جا سکتا اور خود کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا جا سکتا ہے۔

۴۔ توحید، تمام ادیان الٰہی کی اصل بنیاد ہے:

قُلْ یَا أَهْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا إِلَیٰ کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّـهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَیْئًا وَلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّـهِ۔

ترجمہ: اے پیغمبر آپ کہہ دیں کہ اہلِ کتاب آؤ ایک منصفانہ کلمہ پر اتفاق کرلیں کہ خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں، کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو خدائی کا درجہ نہ دیں[۵]۔

۱۔ المبداء والمعاد، ج ۳، ص ۲۰۶
۲۔ ایضاً، ج ۲۲
۳۔ الراغب اصفہانی، مفردات الفاظ قرآن، ص ۲۴
۴۔ سورہ یٰس، آیت ۷۰
۵۔ سورہ آل عمران، آیت ۶۴

علم توحید کی شرافت: ہر علم کی قیمت،اس علم کے موضوع کی بنیاد پر ہوتی ہے۔علم توحید،اپنے موضوع کی شرافت کے لحاظ سے تمام علوم میں سے بہترین علم ہے۔توحید کی شرافت کی تصدیق کے لئے اتنا کافی ہے کہ ہم اس بات پر توجہ دیں کہ تمام کائنات ایک خاص طرح سے خداوند عالم سے مرتبط ہے لیکن خداوند عالم کے اسماو صفات کے لامحدود ہونے کی وجہ سے بشر اس کی حقیقت کو درک کرنے سے عاجز ہے۔

لا یدرکه بعد الهمم و لا یناله غوص الفتن ۔[1]

خداوند عالم مطلق ہے جس کی وجہ سے اس کی کنہ اور ذات،انسان کے دائرۂ شناخت سے خارج ہے۔خداوند کا مطلق ہونا ذات حق کا کمال ہےاور اللہ تعالی کے کمال مطلق ہونے پر مکمل یقین کرنا،انسان کا کمال ہے۔

توحید پر عقیدہ رکھنے کا نتیجہ: توحید پر نظری اعتقاد کی وجہ سے انسان اس معرفت تک پہونچتا ہے کہ تمام کمالات اور جمالات ذات خداوند میں منحصر ہیں۔ یہی اعتقاد عمل کے ہر مرحلہ پر جامعہ بشری کو اتحاد کی طرف دعوت دیتا ہےاور اختلاف اور تشتت سے روکتا ہے؛ کیونکہ انسان کو صحیح سمت کی طرف چلنے کے لئے آمادہ کرتا ہے[2]۔

دین اور دینداری کا محور

توحید معارف دین کی بنیاد اور اساس: قرآن کریم اور ائمہ معصومین (علیہم الاسلام) کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید دین کی بنیاد ہے۔

اَوَّلُ الدّینَ مَعرِفَتُهُ وَ کَمَالُ مَعرِفَتِه التَّصدیقِ بِهِ و کَمَالُ التَّصدیقِ بِهِ تَوحیدُهُ۔

ترجمہ: خدا شناسی، سرآغاز دین ہے اور معرفت خدا کا کمال، خدا پر یقین رکھنا ہےاور خدا پر یقین رکھنے کا کمال،اس کے یکتا ہونے کی گواہی دینا ہے[3]۔

قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ۔ ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ ہماری طرف صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے تو کیا تم اسلام لانے والے ہو۔[4]

۱۔ طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، ص ۳۲

۲۔ مفردات الفاظ قرآن، صص ۲۴۔۲۵

۳۔ مجمع البحرین، ص ۳۲

۴۔ سورہ انبیا، آیت ۱۰۸

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو مجھے دین کی وحی ہوتی ہے وہ توحید اور اس کے فروعات کے علاوہ کچھ نہیں ہےاور معارف،احکام اور اخلاق تمام توحید کی فروعات میں سے ہیں،اس کی دلیل یہ ہے کہ حصر "اَنَّمَا" حصر "اِنَّمَا" کے بعد واقع ہوا ہے جس سے حصر حقیقی ظاہر ہوتا ہے۔[1]

آیہ کریمہ الر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ﴿١﴾ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنَّنِي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ،[2] کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی جملہ تعلیمات جیسے معارف الٰہی،اخلاقی فضائل، تشریع احکام،آغاز اور انجام خلقت،جنت اور جہنم وغیرہ صرف اور صرف توحید کی حقیقت پر مبنی ہیں۔توحید دین خدا کی سنگ بنیاد ہے لیکن وہ توحید جسے اسلام پہچنواتا ہے،جس کا ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیائے عالم کا ربّ ہےاور اس کے علاوہ کوئی رب نہیں ہے۔[3]

توحید دوسرے اصول دین کے اثبات کا محور: توحید کے بعد،دین کے اہم ترین بنیادی اصول،نبوت، امامت اور قیامت ہیں جن کے اثبات کی اہم ترین دلیل توحید ہے۔بطور مثال قرآن مجید میں،معاد توحید کے اقرار سے پائے اثبات کو پہونچتی ہے:

> اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا۔ترجمہ: اللہ وہ خدا ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔وہ تم سب کو روزِ قیامت جمع کرے گااور اس میں کوئی شک نہیں ہےاور اللہ سے زیادہ سچی بات کون کرنے والا ہے[4]۔

اس آیت میں خدا کی وحدانیت،معاد پر دلالت کرتی ہے۔اسی طرح جیسے خدا کا وجود اس کی وحدانیت پر بھی دلیل ہےاور معاد کی ضرورت پر بھی دلیل ہے۔[5]

۱۔ شیخ صدوق،توحید،ج ۱۴،ص ۴۶۷

۲۔ سورہ ہود،آیت ۱و۲

۳۔ توحید،ج ۱۰،ص ۱۹۹۔۲۰۰

۴۔ سورہ نساء،آیت ۸۷

۵۔ الفراہیدی،خلیل بن احمد،کتاب العین،ج ۴،ص ۱۴۰

توحید انبیا کی تعلیمات کا مرکز: قرآن کریم نے کئی آیتوں میں فلسفہ رسالت اور دعوت انبیا کو فقط وحدانیت اور توحید الٰہی کے بیان اور شرک سے لوگوں کی دوری بتایا ہے:

وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَن يُنكِرُ بَعْضَهُ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ إِلَيْهِ أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ۔ ترجمہ: اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس تنزیل سے خوش ہیں اور بعض گروہ وہ ہیں جو بعض باتوں کا انکار کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤں۔ میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف سب کی بازگشت ہے[1]۔

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔

ترجمہ: میرے قید خانے کے ساتھیو! ذرا یہ تو بتاؤ کہ متفرق قسم کے خدا بہتر ہوتے ہیں یا ایک خدائے واحد و قہار۔ تم اس خدا کو چھوڑ کر صرف ان ناموں کی پرستش کرتے ہو جنہیں تم نے خود رکھ لیا ہے یا تمہارے آبا و اجداد نے۔ اللہ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے جب کہ حکم کرنے کا حق صرف خدا کو ہے اور اسی نے حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے کہ یہی مستحکم اور سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے ہیں[2]۔

یہ حصر توحید کے علاوہ کسی بھی دوسرے دینی امور کے لئے ذکر نہیں ہوا ہے اس بنا پر نبوت اور بعثت کا اصلی ہدف توحید ہے۔

۱۔ سورہ رعد، آیت ۳۶

۲۔ سورہ یوسف، آیت ۳۹و۴۰

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (۴۵) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّـهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا۔ ترجمہ: اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، عذاب الٰہی سے ڈرانے والااور خدا کی طرف اس کی اجازت سے دعوت دینے والااور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے [1]۔

اس آیت میں بیان کئے گئے تمام نظریات سے واضح ہے کہ تنہا خدا کی طرف دعوت ایسی چیز ہے جو اصلی ہدف شمار ہو سکتی ہے۔

توحید دعاؤں کا محور: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنہ کی توحید ہر دعا کی اصل اور محور ہے۔اسی وجہ سے ایک موحّد کی معرفت جتنی زیادہ ہوگی اس کی دعائیں اتنا ہی توحیدی مضمون سے لبریز ہونگیں۔ائمہ معصومین علیہم السلام کی روایات میں سب سے بہترین دعاخدائے سبحان کی تہلیل، تحمید، تسبیح اور تکبیر ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی حمد، تسبیح اور تقدیس سے قبل درخواست پیش کرنے سے منع کیا گیاہے۔اس حمد اور ثنا کا پیغام یہ ہے کہ کسی بھی زمانے میں اور کسی بھی فعل میں غیر خدا کو شریک نہیں کرنا چاہئے۔[2]

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

"ہر وہ دعا جس کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی حمد نہ ہو، ناقص اور ابتر ہےاور ہدف تک نہیں پہونچتی: پہلے حمد، پھر دعا"۔ راوی نے سوال کیا: کس مقدار تک تحمید اور تمجید کفایت کرتی ہے۔حضرت نے فرمایا:

کہو: اللھم انت الاوّل فَلَيس قَبلكَ شئ و انت الاخر فليس بعدكَ شئ و انت الظاهر فَلَيس فَوقَكَ شئ و انت الباطن فليس دونكَ شئ و انت العَزيزُ الحكيم۔[3]

دعا کرنے والوں کی عملی سیرت اور ان کے شہودی وحضوری فائدے اس بات کی تائید ہیں۔مناجات شعبانیہ،دعائے ابو حمزۂ ثمالی اور دعائے سحر جیسی دعائیں،عصمت اور طہارت کے سرچشمہ سے صادر ہوئے عالی نمونے ہیں جو مکمل نوراور توحید ہیں اور کوئی جگہ یا کوئی حصہ غیر خدا کے لئے باقی نہیں چھوڑا ہے۔

۱۔ سورہ احزاب، آیت ۴۵۔۴۶

۲۔ کتاب العین، ج ۲، ص ۵۴۷۔۵۴۹

۳ ۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار، ج ۲، ص ۵۰۳

قرآن میں بر محل توحید

جس طرح متکلمین اور فلاسفہ وجود خدا کے اثبات کے درپئے ہیں، قرآن ہرگز اس طرح وجود خدا کے اثبات کے درپئے نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کے وجود کو ایک بدیہی امر اور اثبات و برہان سے بے نیاز بتاتا ہے۔ برہان اور استدلال کا استعمال فقط انسانوں کو توحید کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ توحید ایک امر فطری ہے۔ اسی بنیاد پر اصول دین کے بارے میں تعلیمات انبیا کا اصل مقصد، فطرت انسانی کو "توجہ دلانا" ہے، نہ کہ اصول کی تعلیم:

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ[۱] ۔ترجمہ: لہٰذا تم نصیحت کرتے رہو کہ تم صرف نصیحت کرنے والے ہو۔[۲]

یہاں تک کہ قرآن وجود خالق یکتا کی تردید کو بے معنی بتاتا ہے:

أَفِي اللَّـهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ ۔ ترجمہ: تمہیں اللہ کے بارے میں بھی شک ہے جو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے[۳]۔

اسی طرح قرآن نے منکران مبدا اور معاد کے اقوال کو بہت کم بیان کیا ہے تاکہ اس طرح ان کے قول کا بے اہمیت ہونا زیادہ سے زیادہ آشکار ہوسکے۔ قرآن کریم کی آیات اور ائمہؑ طاہرین علیہم السلام کی دعاؤں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے فطرت توحیدی کو دلوں میں مستقر کردیا ہے۔[۴] اس لئے انسانی دلوں کا توحید سے رابطہ، عَرَض اور معروض کا رابطہ نہیں ہے، بلکہ انسان کا دل، عارف اور موحّد بنایا گیا ہے، کچھ اس طرح کہ اگر اس سے عرفان اور توحید زائل ہوجائے، تو اس کے قلب کی حقیقت بدل جاتی ہے اور انسانیت کے مقام سے تنزُّل پذیر ہوجاتا ہے۔ اسی بنیاد پر خداوند عالم کافروں کی توصیف میں فرماتا ہے:

۱۔ سورہ غاشیہ، آیت ۲۱
۲۔ کتاب العین، جلد ۱۲، ص ۵۰ و ۵۱ و ۷۳
۳۔ سورہ ابراہیم، آیت ۱۰
۴۔ نہج البلاغہ، ص ۶۳

إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلاً۔ ترجمہ: یہ سب جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی کچھ زیادہ ہی گم کردہ راہ ہیں[1]۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ توحید،اصل اور شرک عارضی ہے،اسی لئے عام حالات میں لوگ ظواہر میں مشغول ہو جاتے ہیں اور مسبّب بالذات سے غافل رہتے ہیں، لیکن مصیبت کی گھڑی میں جب ظاہری اسباب منقطع ہو جاتے ہیں وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ [2] اور تمام اعتباری نسبتیں منقطع ہو جاتی ہیں: فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ۔ [3] انسان اندرونی جذبہ کی بدولت مسبّب الاسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے امید کی لو لگاتا ہے اور اسی بنیاد پر اس کی فریاد استغاثہ بلند ہوتی ہے۔البتہ اگر کوئی شخص بالکل ناامید ہو جائے اور پھر بھی وہ علیم وقدیر مطلق کی طرف عبادی لگاؤ نہ رکھتا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی فطرت نابینا ہو چکی ہے اور وہ ایک موجود پست میں تبدیل ہو چکا ہے۔

إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ۔ ترجمہ: اس کی رحمت سے کافر قوم کے علاوہ کوئی مایوس نہیں ہوتا ہے[4]۔

کیونکہ کافروں کی فطرت موحد انسان کی فطرت نہیں ہے لہٰذا وہ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلاً [5] کی منزل میں ہیں۔

مراحل توحید

رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا: اللهُمَّ اِنّی اَعُوذُ بِعَفوِكَ مِن عِقابِكَ وَ اَعوذُ بِرِضاكَ مِن سَخَطِكَ وَ اَعُوذُ بِكَ مِنكَ۔اہل حقیقت نے اس کلام سے استفادہ کرتے ہوئے توحید کے لئے تین مرحلہ طے کیا ہے:

۱۔ سورہ فرقان، آیت ۴۴
۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۶۶
۳۔ سورہ مومنون، آیت ۱۰۱
۴۔ سورہ یوسف، آیت ۸۷
۵۔ سورہ فرقان، آیت ۴۴

توحید عامہ (توحید عقلی): اس مرحلہ کی توحید اسلام کی بنیاد اور شرک جلی سے نجات کا ذریعہ ہے، جسے لاالہ الااللہ وحدہ لاشریك له ، الاحد، الصمد، الذی لم یلد و لم یولد و لم یکن له کفواً احد کی گواہی کہتے ہیں۔ توحید کے اس مرتبہ کی بنیاد پر قبلہ واحد کا التزام ہوتا ہے، جان اور مال محترم شمار ہوتے ہیں اور سرزمین اسلام، کفر سے جدا ہو جاتی ہے۔ دین کا یہ مرتبہ عام لوگوں کے لئے قابل قبول ہے، باوجودیکہ کوئی صحیح دلیل اس پر نہ لا سکتے ہوں۔[1]

اس مرحلہ میں توحید دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے: (۱) توحید تقلیدی ،(۲) توحید برہانی۔ توحید تقلیدی کمتر درجہ کی توحید ہے جو کفر اور اسلام کے بیچ حد فاصل ہے۔ توحید برہانی توحید خواص (علما) ہے جنھیں نجات یافتہ مانا جاتا ہے۔

خواص کے دو حصہ ہیں، پہلے گروہ میں وہ ہیں جو برہان تمانع سے استدلال کرتے ہیں لو کان فیھما الة الا اللہ لفسدتا۔ دوسرے گروہ کے لوگ وہ ہیں جو حجت، اتصال، تدبیر اور وحدت صانع سے استدلال کرتے ہیں جن کا ذکر معصومینؑ کے اقوال میں ہوا ہے۔ توحید کے سلسلہ میں پیغمبرِ اکرمؐ سے منقول روایتیں، اور دیگر مضبوط دلیلیں جو مختلف طریقوں سے خلاق ہستی کی توحید پر دلالت کرتی ہیں، توحید کے اس مرتبہ کی بنیاد ہیں۔

اس درجہ کی توحید کو قبول کرنا، نقلی دلیلوں (توحید پر آیات اور روایات کی دلالت) کے ذریعہ سے واجب ہو جاتا ہے، مگر مٹھاس کا احساس اور اس کے معنی کا احساس اس بصیرت سے ہوتا ہے، جسے خداوند عالم مؤمن کے قلب پر ڈالتا ہے اور شواہد کے مشاہدے، ظواہر میں تامّل اور زمین اور آسمان کی خلقت میں تفکر کے سبب مرحلہ رشد اور کمال سے نزدیک ہو جاتا ہے[2]۔

توحید خاصّہ (توحید عینی): توحید کا یہ درجہ اہل سیر و سلوک کے متوسط گروہ سے مربوط ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ موحّد ظاہری اسباب پر اعتماد نہ کرے اور ان اسباب پر اپنے امور کو معلق نہ کرے اور ان کی تاثیر اور فعلیت کو صرف اور صرف حق تعالیٰ کی جانب سے جانے اور حقیقت میں لا مؤثر فی الوجود اِلّا اللہ اور لَاَفاعِلَ اِلّااللہ کا مشاہدہ کرے۔ اس مرحلہ کا موحّد احکام شریعت اور عقل میں کشمکش جو کہ اس کی

۱۔ آمدی، عبدالواحد بن محمد، شرح غرر الحکم و درر الکلم، ص ۳۲۰۔ ۳۲۲

۲۔ شرح غرر الحکم و درر الکلم، ص ۳۲۲

حکمتوں کو نہ سمجھ پانے کی وجہ سے ہوتی ہے نیز علما وفضلاکے مجادلات (جیسے فلاسفہ اور متکلمان کے تنازعات) پر دھیان نہیں دیتا ہے۔اسی طرح وہ شواہد کے مرحلہ سے آگے جا چکا ہے۔اور نہ تو توحید کے لئے اسے دلیل کی ضرورت ہے اور نہ توکل کے لئے سبب کی تلاش اور نجات کے لئے وسیلہ کا خواہاں ہے۔[1] یہ لوگ فنائے علمی تک پہونچ چکے ہیں،جو حضرت صفات اور اسما(حضرت واحدیت) میں فنا ہے، لیکن ابھی تک عین فنا جو کہ ذات حضرت احدیت ہے ان کے لئے ظاہر نہیں ہو سکا ہے۔

توحید اخص الخواص (توحید ذاتی): در حقیقت اس مرحلہ کی توحید خدائے تعالیٰ سے مخصوص ہے اور اس نے اس توحید کی ایک جھلک اپنے بندوں کے ایک گروہ پر ڈالی ہے۔یہ لوگ "اھل اللّٰہ" ہیں جو فنا کے بعد،حالت بقا میں زندگی گذار رہے ہیں۔ان لوگوں کا مقام، مقربین کا مقام اور ان کی توحید، پچھلے دونوں گروہوں سے برتر ہے۔توحید کا یہ مرحلہ تمام خلایق کے فنا ہونے اور بقائے حق سے تحقق پذیر ہوتا ہے اس لئے اس کے بارے میں غیر خدا کچھ بیان نہیں کر سکتا ہے اور کسی ایک عبارت میں اس کی تعبیر نہیں کی جا سکتی ہے۔اس مقام پر موحد بھی اس کی توصیف اور ظہور سے عاجز ہے؛ کیونکہ اس مقام کی کوئی صفت نہیں ہے جس سے اس کی تعریف کی جائے اور جتنی بھی خصوصیات ہیں وہ تمام حضرت احدیت کی ہیں اور اس کے بارے میں کوئی خبر بھی نہیں دی جا سکتی؛ کیونکہ وہ ہر خبر سے بالاتر ہے[2]۔

یہ گروہ اس مقام پر پہونچ چکا ہے کہ ان کے لئے نہ کثرت، شہود وحدت قاہرہ حق کے لئے مانع ہے اور نہ شہود وحدت حق، شہود کثرت خلق کے لئے مانع ہے۔جیسا کہ امیر المومنینؑ کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ رکوع (جہاں حضرت حق تعالیٰ سے اعلیٰ درجہ کی توجہ برقرار ہے) میں اپنی انگوٹھی سائل کو بخش دیتے ہیں۔

۱۔ شرح غرر الحکم و درر الکلم، ص ۳۲۳

۲۔ ایضاً، ص ۳۲۵

دعا

معصومین علیہم السلام کے نورانی کلمات کا ایک عظیم حصہ ربّ الارباب سے مناجات اور اس کے وجود سے درخواست والتجا کی شکل میں ہے جسے ہم دعا کہتے ہیں اور جو راہ توحید کے سالکین کو عظیم اور لطیف تعالیم کا درس دیتی ہے۔ راغب نے مفردات میں، کلمہ دعا کے لئے، پانچ معنی بیان کئے ہیں:

- ❖ ندا: وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ، ترجمہ: جو لوگ کافر ہو گئے ہیں ان کی مثال اس شخص کی ہے جو جانوروں کو آواز دے اور جانور پکار اور آواز کے علاوہ کچھ نہ سنیں اور نہ سمجھیں۔[1]
- ❖ تسمیہ: لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا۔ ترجمہ: مسلمانو! خبردار رسول کو اس طرح نہ پکارا کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔[2]
- ❖ سوال (مادی یا معنوی درخواست): قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ، ترجمہ: ان لوگوں نے کہا کہ اچھا خدا سے دعا کیجئے کہ ہمیں اس کی حقیقت بتائے۔[3]
- ❖ استغاثہ (فریاد) اور مدد چاہنا: وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ، ترجمہ: انسان کو جب کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اٹھتے بیٹھتے کروٹیں بدلتے ہم کو پکارتا ہے۔[4]
- ❖ کسی خاص ہدف تک پہونچنے کے لئے ترغیب دینا: وَيَا قَوْمِ مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ۔ ترجمہ: اور اے قوم والو آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہیں نجات کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے جہنم کی طرف دعوت دے رہے ہو۔[5]

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۷۱
۲۔ سورہ نور، آیت ۶۳
۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۶۸
۴۔ سورہ یونس، آیت ۱۲
۵۔ سورہ غافر، آیت ۴۱

لغت کی دوسری کتابوں میں، موارد بالا کے علاوہ، دوسرے معنی بھی ذکر ہوئے ہیں، مثال کے طورپر:

❖ عبادت: إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ۔ ترجمہ: تم لوگ جن لوگوں کو اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو سب تم ہی جیسے بندے ہیں۔[۱]

❖ نسبت دینا: أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا۔ ترجمہ: کہ ان لوگوں نے رحمان کے لئے بیٹا قرار دے دیا۔[۲]

❖ عذاب کرنا: تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ۔ ترجمہ: ان سب کو آواز دے رہی ہے جو منہ پھیر کر جانے والے تھے۔[۳]

❖ ترغیب دینا یا مجبور کرنا، لگے ہوئے دستر خوان پر لوگوں کو بلانا، خداوند عالم کی طرف شوق سے آنا وغیرہ۔[۴]

لغت سے ہٹ کر اہل دل کے قاموس میں بھی دعا کا ایک خاص معنی ہوتا ہے۔ دعا وہ معنوی حالت ہے جس سے انسان اوراس کے معبود کے درمیان اُنس پیدا ہوتا ہے اور انسان ربوبی جذبہ سے ہمکنار ہوتا ہے۔[۵]

دعا اور دعوت کے معنی مدعوّ کی توجہ حاصل کرنا ہے جو غالباً لفظ سے یا اشارے سے حاصل ہوتا ہے اور اجابت یا استجابت داعی کی دعوت قبول کرنا اوراس کی طرف پہونچنا ہے۔ حاجت طلب کرنا اور حاجت کا پورا ہونا دعا کے معنی کا جز نہیں ہے بلکہ اس کا متمم ہے۔[۶]

مدعو کی حقیقت

دعا کے مفہوم پر توجہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدعو یعنی جس کی بارگاہ میں دعا کی جارہی ہے اس کو ایسا ہونا چاہئے کہ اگر وہ ارادہ کرے تو اپنی نظر کو داعی کی طرف متوجہ کرسکے۔ اسی طرح صاحب قدرت اور تمکّن ہو تاکہ دعا کی استجابت میں کمزور اور عاجز نہ ہو۔ فاقد درک و شعور فرد یا ایسے افراد کو پکارنا جس میں

۱۔ سورہ اعراف، آیت ۱۹۴

۲۔ سورہ مریم، آیت ۹۱

۳۔ سورہ معارج، آیت ۱۷

۴۔ صحیفہ سجادیہ، ص ۲۵۷؛ جعفری، محمد تقی، نیایش امام حسینؑ، ج ۱، ص ۱۳۸؛ حسن زادہ آملی، حسن، ممد الہمم فی شرح فصوص الحکم، ص ۱۶۹

۵۔ ابن منظور، جمال الدین ابو الفضل، لسان العرب، ص ۲

۶۔ توحید، ج ۱۱، ص ۴۳۴

حاجت پوری کرنے کی طاقت نہیں ہے، حقیقت میں دعا ہے ہی نہیں۔ قرآن اس طرح کی دعاؤں کو دعائے باطل کہتا ہےاور اسے دعوۃ الحق کے مقابل قرار دیتا ہے:

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ۔ ترجمہ: برحق پکارنا صرف خدا ہی کا پکارنا ہے اور جو لوگ اس کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ان کی کوئی بات قبول نہیں کر سکتے۔ انہیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اس سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک پہنچ جا۔ حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں ہے۔[1]

اس آیت میں "لہ دعوۃ الحق" اور دوسری عبارت میں جو موازنہ کیا گیا ہے وہ دعوت حق اور دعوت باطل کے فرق کو بیان کرتی ہے۔ دعوت حق میں، مدعوّ دعوت کو سنتا ہےاور استجابت بھی کرتا ہےاور یہ صفات خدا سے متعلق ہے۔ ("دعوۃ الحق" کی اضافت موصوف کا صفت کی طرف اضافہ یا اضافۂ حقیقیہ کی قسم سے ہے اور لام مالکیّت کے معنی میں ہے)۔ دعائے باطل مستجاب نہیں ہوتی، مثال کے طور پر کسی ایسے کو پکارنا جو دعا کو نہیں سنتا یا استجابت کی قدرت نہیں رکھتا، کیونکہ آیت کی دوسری قسم کی بنیاد پر غیر خدا کو پکارنا ضلالت میں پڑے کافروں کی دعا ہے۔

"لہ دعوۃ الحق" میں ظرف کا مقدم ہونا دعا کو منحصراً خدا کے لئے ثابت کرتا ہےاور آگے کی آیت اس کو غیر خدا سے نفی کرتی ہے: والّذينَ يدعونَ مِن دونِهِ لايستجيبُونَ لَهُم بِشيءٍ الّا كباسِطِ كَفَّيهِ اِلى الماءِ لِيَبلُغَ فاهُ وَ ما هُوَ بِبالِغِه۔[2] اسی لئے واقعی مدعوّ فقط خدا ہے۔

دعا داعی کی ضرورتمندی اور عدم استقلال کی حکایت کرتی ہے۔ سوال تبھی حقیقی ہوگا جب مسٔول، مستقل اور غنی ہوگا اور توحید کی دلیلوں کی بنیاد پر، وہ مستقل مسٔول فقط خدائے سبحان ہے۔[3] اسی بنیاد پر حضرت امام زین العابدینؑ پروردگار کی درگاہ میں اس طرح عرض کرتے ہیں:

۱۔ سورہ رعد، آیت ۱۴
۲۔ توحید، ج ۱۱، ص ۴۳۴ و ۴۳۵
۳۔ کتاب العین، ج ۲، ص ۵۴۷

اَللّٰهُمَّ اِنّی اَخلَصتُ بِانقِطاعی اِلیكَ ...وَ صَرَفتُ وَجهی عَمَّن یَحْتاجُ الی رَفْدِكَ وَ قَلَبْتُ مَسْئَلَتی عَمَّن لَم یَسْتَغنِ عَن فَضْلِكَ وَ رَایتُ اَنَّ طَلَبَ المُحْتاجِ اِلی المُحتاجِ سَفهٌ مِن رایِه وَ ضَلَّةٌ مِن عَقلِهِ۔ ترجمہ: خدایا! مکمل اخلاص کے ساتھ تیری طرف آرہاہوں ... میں نے اپنارخ ان تمام لوگوں سے موڑ لیاہے جوخود ہی تیری عطاکے محتاج ہیں اور اپنے سوال کو ان کی طرف سے ہٹالیاہے جو خود بھی تیرے فضل و کرم سے بے نیاز نہیں ہیں۔ اور میں نے اندازہ کرلیاکہ محتاج کا محتاج سے مانگنا فکری نادانی اور عقل کی گمراہی ہے۔[1]

دعاکے اقسام

دعا کو مختلف بنیادوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے:

لفظی اور غیر لفظی: دعا یا لفظی ہے یا غیر لفظی ؛دوسری عبارت میں یوں کہاجائے کہ یا قال کی زبان ہے یا حال کی زبان۔ لفظی دعا کا مطلب صاف ظاہر ہے۔ فقیر کا غنی کے سامنے دست سوال بلند کرنا زبان حال کاایک نمونہ ہےاوراس کی تاثیر کے بارے میں کہاگیاہے: لسان الحال افصح من لسان المقال۔

حقیقی دعا وہ ہے کہ سر کی زبان سے پہلے،دل کی زبان اور فطرت سے درخواست کرے۔وہ دعا جو زبان ذات سے ہو مقبول اور مستجاب ہے اور سائل کے استحقاق کی بنیاد پر اس میں اضافہ ہوتا ہے۔زبان قال اور گفتار کی دعا بھی، اس صورت میں مستجاب ہو گی جب استعداد کی زبان سے سازگار ہواور دوسرے لفظوں میں گفتار اور حالت ایک دوسرے کی ضد نہ ہوں۔

اسی بنیاد پر، انسان کبھی کبھی بہت دعا کرتا ہے لیکن نتیجہ تک نہیں پہونچتااور کبھی کبھی جب کہ وہ نتیجہ کے در پے نہیں ہے، اس کے باوجود وہ نتیجہ تک پہونچ جاتا ہے۔انسان ہمیشہ محضر حق میں ہے۔اگر اس کی خواہش ،خداوند عالم کے ارادہ سے سازگارہے تو دعا مستجاب ہے ورنہ نہیں ہے۔ ابن سینا کی تعبیر کے مطابق،دعا تبھی مستجاب ہوتی ہے جب وہ نظام احسن ہستی کے دائرہ میں ہو[2]۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۲۸، بند ا

۲۔ منازل السائرین، صص ۸۱۔۸۲؛آملی، سید حیدر، جامع الاسرار و منبع الانوار، صص ۱۷۴۔۱۷۵و۱۶،ج ۲، ص ۴۵

معیّن یا نا معیّن ہونا : دعا ممکن ہے ایک امر معیّن یا غیر معیّن کے لئے ہو[۱]۔ دوسرے لفظوں میں، کبھی کبھی جو سائل قال، حال اور استعداد کی زبان میں درخواست کرتا ہے وہ بطور واضح معین ہے جیسے اللھم انی اسألك حبك و حب من یحبك و حب كل عمل یوصلنی الی قربك۔[۲]

اور کبھی کبھی مطلوب غیر معیّن اور الٰہی حکمت وصلاح پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جیسے: رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ، ترجمہ: عرض کی پروردگار یقینا میں اس خیر کا محتاج ہوں جو تو میری طرف بھیج دے۔[۳]

دعا کرنے والوں کی قسمیں

سوال کے محرک کی بنیاد پر، درخواست دہندگان کو چند گروہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱. ایک گروہ کمال کو اس کے وقت سے پہلے طلب کرتا ہے۔ اس کا محرک، انسان کا طبعی استعجال ہے جسے خداوند عالم نے خُلِقَ الانسانُ مِن عَجَلٍ[۴] کے ذریعہ بیان کیا ہے۔ معصومین علیہم السلام انسان کامل ہیں لہٰذا ان کی دعاؤں میں اس طرح کا محرّک نہیں پایا جاتا ہے:

> حَبِّب اِلَینا مَا نَکرَہُ مِن قَضائِكَ وَ سَھِّل عَلَینا ما نَستَصعِبُ مِن حُکمِكَ وَ اَلھِمنَا الِانقیادَ لِمَا اَورَدتَ عَلَینا مِن مَشیَّتِكَ حَتّٰی لانُحب تاخیرَ ما عَجَّلتَ و لاتعجیلَ ما اَخَّرتَ۔ ترجمہ: ہم تیرے جس فیصلہ کو برا سمجھتے ہیں اسے محبوب بنادے اور جس حکم کو دشوار تصور کرتے ہیں اسے آسان بنادے۔ ہمیں اس مشیت کی اطاعت کا الہام عطا فرما جو تو نے ہم پر وارد کی ہے تاکہ جو چیز جلدی سامنے آجائے ہم اس کی تاخیر کے خواہان نہ ہوں اور جو چیز دیر میں آئے اس کی عجلت کے طلبگار نہ ہوں[۵]۔

۱۔ انصاری، خواجہ عبداللہ، منازل السائرین، ص ۷۴
۲۔ طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، ص ۲۰۷
۳۔ سورہ قصص، آیت ۲۴
۴۔ سورہ انبیاء، آیت ۳۷
۵۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۳۳

۲. دوسرا گروہ جانتا ہے کہ ارادۂ خداوندی نے، بندوں کے خواہشوں تک پہونچنے کو ان کی درخواستوں سے وابستہ کر رکھا ہے۔ یہی علم، ان کے طلب حاجت کا محرک ہے۔

۳. تیسرا گروہ اہل حضور کا گروہ ہے۔ یہ خدا کے عبد محض اور عبودیت میں کامل ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں مستقل حاضری کی وجہ سے اپنے ظرف اور تجلیات الٰہی کو اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کے ظرف کی بنیاد پر ان کی تجلیات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر ان کی دعاؤں کا محرک صرف و صرف امر خداوند کا امتثال ہے جو ارشاد فرماتا ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ ترجمہ: اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔[1]

دوسرے گروہ کی دعائیں حقیقت میں اس بات کے مد نظر ہوتی ہیں کہ خداوند متعال جواد ہے اور فیض حاصل کرنے کی ایک شرط دعا ہے۔ یہ لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ دعا کرنے والا کوئی نہ کوئی فیض ضرور حاصل کرے گا، اگرچہ اپنے خاص مقصد تک نہ پہونچے۔ روایتوں میں آیا ہے کہ جب بھی دعا کرو، ہاتھوں کو چہرے پر مس کرلو [2] اور یہ اسی معنی کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے فیض کے حاصل ہونے سے مطمئن رہو اور اسے اپنی پلکوں پر رکھو۔ البتہ یہ گروہ نہ مکنونات علم الٰہی سے آگاہ ہے اور نہ فیض حق کے حاصل ہونے کے سلسلہ میں اپنی صلاحیت سے واقف ہے۔ ان کی دعائیں اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ ایک تو وہ فیض حاصل کرتے ہیں اور دوسری طرف، یہی فیض دوسری بشارتوں کا پیش خیمہ ہے۔

تیسرے گروہ (اہل حضور) کے افراد اپنی ظرفیت اور حالات کو پہچانتے ہیں اور اسی کی مناسبت سے درخواست کرتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنی دعا کی قبولیت کے ذریعہ اپنی ظرفیت کو پہچانتے ہیں اور کچھ لوگ جو معرفت کے بلندتر درجات تک پہنچ چکے ہیں، وہ اپنی ظرفیت کے ذریعہ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ ان کو کون سا فیض حاصل ہو سکتا ہے۔

۱۔ سورہ غافر، آیت ۶۰

۲۔ بحار الانوار، ج ۲، ص ۳۴۲

اگر ان مقربان خدا کی حالت لفظی سوال کے مناسب ہوتی ہے تو عبودیت کے عنوان سے، درخواست کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت ایوب نے اس وقت امتحان کو ختم کرنے کے لئے خداوند عالم سے درخواست کی جب ان کی حالت اس کی متقاضی تھی۔[1] اسی وجہ سے حضرت امام سجادؑ فرماتے ہیں:

وَاَنایاالھی عَبدُکَ الَّذی اَمَرتَہُ بِالدُعاءِ فَقَالَ لَبَّیکَ و سَعدَیکَ۔ ترجمہ: خدایا! میں تیرا وہ بندہ ہوں جسے تونے دعا کرنے کا حکم دیا ہے، اب لبیک کہہ کر حاضر ہوگیا ہوں[2]۔

اَللّٰھُمَّ فَھا اَنَا ذا قَد جِئتُکَ مُطیعاً لِامرِکَ فیما اَمَرتَ بِہِ مِنَ الدُعاءِ مُتَنَجِّزاً وَعدَکَ فیما وَعَدتَ بِہِ مِنَ الاِجابَۃِ اِذ تَقُولُ اُدعونی اَستَجِب لَکُم۔ ترجمہ: اب میں تیرے سامنے اس امر کی اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں کہ تونے دعا کا حکم دیا ہے اور اس وعدہ کی وفا کا طلبگار ہوں جو تونے دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا[3]۔

دعا، توحید تک پہونچنے کا راستہ

اب تک ہم نے توحید اور دعا کے بیچ گہرے رابطہ کے بارے میں جانا اور یہ معلوم ہوگیا کہ معصومینؑ کی ماثورہ دعائیں خصوصاً صحیفہ سجادیہ سے تمسک، توحید عملی اور نظری تک پہونچنے کے لئے بہترین ذریعہ، توحید کی بلندیوں تک پہونچنے کے لئے مناسب ترین راستہ اور توحید کے جلوؤں کے مشاہدہ کا بہترین موقع ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دعا دراصل بہترین عمل اور رحمت حق کو طلب کرنے کا بہترین وسیلہ ہے۔

قُل ما یَعبَوا بکم ربّی لولا دعاءکم۔ اہلبیت علیہم السلام خود حالت دعا میں توحید کی بلندیوں پر، توحید کے عالی ترین جلوہ مشاہدہ کر رہے تھے اور دعا کی زبان میں صعود اور مشاہدہ کے راستے بشریت کے لئے کھول دئے۔

۱۔ منازل السائرین، ص ۷۴۔۷۹
۲۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۱۶، بند ۱۳
۳۔ ایضاً، دعا نمبر ۳۱، بند ۱۱

دعا کی حقیقت

حضرت امام سجادؑ ماہ رمضان کے وداع کے وقت بارگاہ ربّ العزت میں اس طرح عرض کرتے ہیں:

وَ قُلتَ اُدعُونی اَستَجِب لَکُم اِنَّ الَّذینَ یَستَکبِرُونَ عَن عِبَادَتی سَیَدخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرینَ۔ ترجمہ: اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا اور جو لوگ میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہونگیں[1]۔

اس وحیانی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا، عبادت کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے، اور نبی مکرم اسلامؐ کے قول کے مطابق دعا تمام عبادات کا مغز ہے۔ الدُّعاءُ مُخُّ العبادَةِ[2]۔ عبادت موحدین کے لئے توحید کی جلوہ گاہ ہے اور دعا کے محتوا اور اسلوب سے صرف نظر کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دعا توحید عملی کا ایک اہم اور مکمل نمونہ ہے۔

اسلوب دعا:

جیسا کہ پہلے اشارہ ہو چکا ہے، دعا حضرت حق تعالیٰ کی عنایت حاصل کرنے کا وسیلہ ہے۔اس مقصد کا حصول چار طریقوں سے ممکن ہے: (۱) توحید کا اقرار، (۲) درخواست پیش کرنا، (۳) مناجات (رازدارانہ طریقہ سے عرض نیاز)، (۴) زیارت۔

توحید کا اقرار: ائمہ طاہرین علیہم السلام سے منقول زیادہ تر دعاؤں میں صرف محبوب کو پکارا جاتا ہے۔ آپ حضرات نے اس قسم کی دعاؤں میں، خداوند عالم کو مختلف ناموں سے پکارا ہے، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لِلّٰہِ الاسماءُ الحُسنی فَادعُوہُ بِها۔ ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے بہترین نام ہیں لٰہذا اسے ان ہی کے ذریعہ پکارو[3]۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۵، بند ۱۵
۲۔ المبداء والمعاد، ج ۹۳، ص ۳۰۰
۳۔ سورہ اعراف، آیت ۱۸۰

دعاؤں کے اس حصّہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے اور دعا اور مدعو کے صحیح معنی پر توجہ کرنے پر دریافت کیا جاسکتا ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اللہ تعالی کے تمام اسما اور شؤون کے سلسلہ میں توحید کا اقرار کیا ہے۔ اس طرح کی دعاوں کا بہترین نمونہ، دعائے سحر ہے جس میں فقط خدا کو پکارا جاتا ہے اور کوئی درخواست اس میں نہیں ہے۔

اللّٰھُمَّ اِنّی اسأَلُكَ بِبَھائِكَ كُلَّھا۔[1]

یہ دعا حقیقت میں توحید کا اقرار ہے۔

متکلمین اور فلسفیوں نے توحید کو نظری اور عملی دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔توحید نظری کی کئی قسمیں ہیں۔(۱) توحید ذات (۲) توحید اسما و صفات اور توحید افعال۔توحید عملی کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) عبادت میں توحید (۲) حمد اور دعا میں توحید۔

توحید نظری :

الف) **توحید ذات** : توحید ذات کا مطلب یہ ہے کہ ذات حق ہر قسم کے بیرونی، یا وہمی اور عقلی تقسیم و ترکیب سے مبرا ہے۔ یہ معنی قرآن کریم کے معارف کا ایک حصّہ ہے :

لَیسَ کَمِثلِهِ شیءٌ۔ ترجمہ : اس کا جیسا کوئی نہیں ہے[2] ۔

یہ موضوع معصومین علیہم السلام کی دعاوں میں بھی مشھود ہے :

اِنَّكَ الواحِدُ الاحدُ الصَّمَدُ الَّذی لَم تَلِد وَ لَم تُولَد وَ لَم یَکُن لَكَ کُفُواً اَحَدٌ۔ ترجمہ : توخدائے واحد یکتا و بے نیاز ہے جس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ باپ اور نہ تیرا کوئی ہمسر ہے[3]۔

۱۔ المیزان فی تفسیر القران، ص ۳۰۳

۲۔ سورہ شوری، آیت ۱۱

۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۳۵، بند ۵

اَللّٰھُمَّ لَکَ الحمدُ..رَبِّ الاربَابِ وَ اِلَہَ کُلِّ مَالوہ ..لَیسَ کَمِثلِہِ شَیءٌ۔ترجمہ:خدایا ساری حمد تیرے لئے ہے....پالنے والوں کا پالنے والا، معبودوں کا معبود... تیرے جیسا کوئی نہیں ہے۔[1]

(ب): **توحید اسماء وصفات** : قرآن،توحید اسمائے الٰہی[2] کی بنیاد پر الٰہی اوصاف کو خدامیں منحصر جانتاہےاور یہ بتاتا ہے کہ دوسرے لوگ نہ صرف یہ کہ مستقل طور پر ان اوصاف کے حامل نہیں ہیں بلکہ بالتبع اور بالعرض بھی اس سے بے نصیب ہیں۔ دوسرے لوگ فقط اپنی ذاتی صلاحیت کی بنیاد پر اوصاف الٰہی کا مظہر اور آئینہ ہیں۔

سَبِّحِ اسمَ رَبِّکَ الاَعلیٰ[3] سے مراد یہ ہے کہ نام خدا اس بات سے منزہ (پاک) ہے کہ اس کے ساتھ دوسروں کا نام لایا جائے یا دوسرا کوئی اس صفت سے موصوف ہو۔اس کی ذات اس سے برتر ہے کہ بنائے ہوئے خداؤں کے مانند اسے پکارا جائے۔ صحیفہ سجادیہ میں بھی ہم پڑھتے ہیں:

تَعالی ذکرُك عَنِ المَذکُورین وَ تَقَدَّست اَسماؤُكَ عَنِ المَنسوبینَ۔

ترجمہ: تیرا ذکر تمام قابل ذکر افراد سے زیادہ بلندتر ہے اور تیرے نام تمام نام آور لوگوں سے زیادہ مقدس ہیں۔[4]

توجہ رکھنی چاہئے کہ اسمااور صفاتِ خداوند عالم سب برابر نہیں ہیں۔ بعض خدا کی تسبیح اور تقدیس میں محو ہیں اور بعض اس کے حسن اور کمال کی حکایت کرتے ہیں جو صفات سلبیہ اور صفات ثبوتیہ کے نام

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۷، بند ۲

۲۔خدا شناسی کے مبحث میں اسم سے مراد وہی اسماء الحسنٰی ہے جس کا ذکر قرآن میں بھی ہوا ہے۔ وللّٰہ اَسمَاءُ الحسنیٰ فادعوہ بھا (سورہ اعراف، آیت ۱۸۰)۔اسماء حسنیٰ کے مظاہر کو بھی اسماء حسنیٰ کہتے ہیں جیسا کہ معصومین علیہم السلام کے لئے منقول ہے کہ نَحنُ وَاللہ الاسماء الحسنیٰ (بحار الانوار، ج ۱، ص ۱۴۳)۔وصف سے مراد بھی خود کمال اور صفت ہے۔ قرآن مجید میں توحید اسماء کا ذکر مختلف آیتوں میں ہوا ہے: اِنَّہٗ ھُوَ الْعَزِیزُ الْحَکِیمِ (سورہ دخان، آیت ۴۲)۔ ھوَالْاَوَّلُ والاخِرُ وَالظَّاھِرُوالْبَاطِنُ (سورہ حدید، آیت ۳)

۳۔ سورہ اعلی، آیت ۱

۴۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۳۹، بند ۱۴

سے معروف ہیں[۱]۔ دوسری طرف بعض صفات کا مضمون ذات ہے اور بعض صفات کا مضمون فعل ہے[۲]۔ معمولاً دعاؤں میں خداوند عالم کی صفات، ثبوتیہ یا سلبیہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

واللهُ نورٌ لاظَلامَ فيه وَ حَيٌّ لا موتَ لَهُ وَ عالِمٌ لاجَهلَ فيه وَ صَمَدٌ لا مدخلَ فيه۔ ترجمہ: خدا ایسا نور ہے جس میں تاریکی نہیں ہے، ایسا زندہ ہے جسے موت نہیں ہے، ایسا عالم ہے جس میں جہل نہیں ہے۔۔۔[۳]

اور صحیفہ سجادیہ میں ہم پڑھتے ہیں:

اَنتَ الذی لا يَحويكَ مَكانٌ وَلم يَقُم لِسُلطانِكَ سُلطانٌ وَ لَم يُعيِكَ بُرهانٌ وَ لابيانٌ۔ ترجمہ: تو ہی وہ ہے جس پر کوئی مکان حاوی نہیں اور اس کی سلطنت کے مقابلہ میں کوئی سلطنت و اقتدار نہیں ہے اور کسی بیان و برہان کے مسئلہ میں عاجز نہیں ہے[۴]۔

۱۔ وہ صفات جو کہ خدا کے لامحدود کمالات کی حکایت کرتے ہیں۔ صفات ثبوتی ہیں۔ جسے کبھی صفت جمال اور کبھی صفات کمال کمال میں کہتے ہیں۔ وہ صفت جو نقص اور عیب کی حکایت کرتی ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات اس سے پاک و پاکیزہ ہے وہ سب صفات سلبیہ ہیں کہ کبھی کبھی انہیں صفات جلالی کہا جاتا ہے۔ (کتاب العین، ج ۲، ص ۲۵۳۔۲۵۵)

۲۔ صفت ذات، ایسی صفت ہے جس کی منشا کسی غیر کی دخالت کے بغیر فقط ذات خدا ہوتی ہے۔ مثلاً لم یزل قادراً بذاته ولا مقدور، یہ اشارہ ہے کہ خدا قادر ہے؛ چاہے خارج میں کوئی مقدور ہو یا نہ ہو۔ مذہب امامیہ کے نقطہ نظر سے صفت ذات، عین ذات ہے اور جس طرح کوئی ذات خدا تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح کنہ صفات تک بھی نہیں پہونچ سکتا۔ جو صفت خدائے سبحان کے فعل سے نکلتی ہے اسے صفت فعل کہتے ہیں۔ خدا کی صفات فعلی اوصاف کمالی ہیں جو خدا اور اس کی مخلوقات کے بیچ تعلق کو ظاہر کرتی ہیں، جیسے خالق، مدبّر اور رازق۔ چونکہ صفات ذاتی عین ذات ہیں، اس بنا پر خداوند متعال کو ان کے مقابل متصف نہیں کی جاسکتا، لیکن صفات فعلی خدا کے مقام فعل سے انتزاع ہوتی ہیں، اس لئے خدا کو ان کے مقابل صفات سے بھی متصف کیا جاسکتا ہے۔ جیسے رضا اور غضب: "لقد رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُومِنِين" (سورہ فتح، آیت ۱۸)۔ باؤ بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ (سورہ بقرۃ، آیت ۶۱)۔

۳۔ سیری در تربیت اسلامی، ص ۱۴۰، باب ۱۱، ح ۴

۴۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۷، بند ۱۶

سُبحانَكَ لاتُحَسُّ وَ لا تُجَسُّ وَلاتُمَسُّ وَ لاتُكادُ وَ لاتُماطُ و لاتُنازَعُ وَ لاتُجاري وَ لاتُماري وَ لاتُخادَعُ وَ لاتُماكَرُ۔ ترجمہ: تو پاک و بے نیاز ہے جو نہ احساس میں آتا ہے نہ چھوا جاسکتا ہے نہ ٹٹولا جاسکتا ہے نہ اس پر کوی حیلہ چل سکتا ہے، نہ اسے راستے سے ہٹایا جاسکتا ہے نہ اس سے جھگڑا کیا جاسکتا ہے، نہ اس کا مقابلہ ہو سکتا ہے نہ اس سے بحث ہو سکتی ہے نہ اسے دھوکہ دیا جاسکتا ہے نہ اس سے کوئی مکاری چل سکتی ہے[۱]۔

قرآن کریم میں صفت ذات خداوند عالم کے عنوان سے بحث حیات کا مرکزی عنصر، ، توحید حیات کا اثبات ہے نہ کہ اس کے اصل کا اثبات [۲]۔ حضرت امام سجادؑ نے اس حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

اَو كَيفَ يَستَطيعُ اَن يَهرُبَ مِنكَ مَن لا حَياةَ لهُ اِلّا بِرِزقِكَ۔ ترجمہ: وہ تجھ سے بھاگ کر کہاں جاسکتا ہے جو تیرے رزق کے بغیر زندہ بھی نہیں رہ سکتا ہے؟۔[۳]

وَ اَنتَ حَيٌّ صَمَدٌ۔ ترجمہ: اور تو زندہ جاوید اور مرجع حاجات ہے[۴]۔

اللہ تعالی کی صفت علم کے بارے میں بھی، قرآن کریم کا اصلی محور اللہ تعالی کے عالمیت کی توحید ہے۔ اس معنی میں کہ عالمِ حقیقی فقط خداوند عالم ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۔[۵] ترجمہ: خداسب

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۷، بند ۲۷

۲۔ قرآن کی آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا حیات رکھتا ہے اور زندہ کرتا ہے، دوسرے حیات رکھتے ہیں اور فی الجملہ زندہ کرتے ہیں، لیکن اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (آیة الکرسی) اور لااِلہ الا ھو یُحیی و یُمیت (سورہ اعراف، آیت ۱۵۸) جیسی آیتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید حیات اور احیا کو خدائے سبحان میں منحصر جانتا ہے۔ اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ حیات، خدا کی صفاتِ ذاتی میں سے ہے اور مثل خود ذات، مطلق اور لامحدود ہے۔ اس لئے دوسروں کے لئے جائے حیات باقی نہیں رہتی اس نظریہ کے ساتھ "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ اِنَّهُمْ مَيِّتُوْن" (سورہ زمر، آیت ۳۰) کا مطلب یہ ہے کہ تو، اور دوسرے حیات واقعی نہیں رکھتے، بلکہ انکی حیات، خدا کی حیات واقعی کی آئینہ دار (مظہر) ہے، اور ایک طرح سے فقط خدا، حیِّ مطلق ہے۔ (کتاب العین، ج ۲، ص ۳۱۶۔۳۱۷)

۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۵۲، بند ۱

۴۔ ایضاً، دعا نمبر ۴۷، آیت ۲۸

۵۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۱۶

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو اور جو کچھ دوسرے لوگ جانتے ہیں وہ اللہ تعالی کے اذن سے اور اس کی تبعیت میں ہے[۱]۔ وَ مَا اُوتیتُم مِنَ العلمِ اِلَّا قَلیلاً۔ ترجمہ: اور تمھیں بہت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے[۲]۔

عَلَّمَ الانسانَ مَا لَم یَعلم۔ ترجمہ: انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہیں جانتا تھا[۳]۔

حضرت امام زین العابدینؑ گرفتاری اور بلا کے وقت اس طرح درگاہ خداوندی میں مناجات کرتے ہیں:

کَم نَھیٍ لَکَ قَد اَتَیناہُ وَاَمرٍ قَد وَقَفتَنا عَلَیہِ فَتَعَدَّیناہُ وَ سَیِئَۃٍ اکتَسَبناھا وَ خَطیئۃٍ ارتَکَبناھا کُنتَ المُطَّلِعَ عَلَیھا دُونَ النّاظِرین۔ ترجمہ: کتنی ہی چیزیں ہیں جن سے تو نے منع کیا اور ہم نے انجام دیا اور کتنے ہی اوامر ہیں جن کا ہمیں علم ہوا لیکن ہم بڑھ گئے اور برائیوں کو حاصل کیا خطاؤں کا ارتکاب کیا اور تو ہی تمام دیکھنے والوں سے ہٹ کر دیکھتا رہا[۴]۔

آنحضرتؑ دوسری جگہ اقرار کرتے ہیں:

وَ اَنتَ اللہُ لا اِلہَ الا اَنتَ الرَّحمنُ الرَّحیمُ العلیمُ الحکیمُ۔ ترجمہ: تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے کہ تو رحمٰن و رحیم و علیم و حکیم ہے[۵]۔

دعائے عرفہ میں علم اہل بیت کے اعتراف کے ضمن میں، ان علوم کو الٰہی علوم بتایا گیا ہے:

رَبِّ صَلِّ عَلی اَطائبِ اھلِ بَیتِہِ الَّذینَ اختَرتَھُم لِاَمرِکَ وَ جَعَلتَھُم خَزَنۃَ عِلمِکَ۔ اہل بیت علیہم السلام انسان کامل اور خلیفہ خدا ہیں اور اسی وجہ سے مکمل علم الٰہی انھیں حضرات کے پاس ہے۔ اس بات کو ماننا کہ اس علم کو خدا نے ان کے دلوں میں ڈال رکھا ہے، اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ دوسرے صاحبان علم و دانش بھی اپنے علم میں خدا کے مقروض ہیں۔

۱۔ سیری در تربیت اسلامی، صص ۳۳۰،۳۲۹

۲۔ سورہ اسرا، آیت ۸۵

۳۔ سورہ علق، آیت ۵

۴۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۴، بند ۲

۵۔ ایضاً، دعا نمبر ۴۷، بند ۶

توحید سمع و بصر کے سلسلہ میں لَیسَ کَمِثلِهِ شیءٌ وَ هُوَ السمیعُ البَصیر جیسی آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا خدا، سننے والا اور دیکھنے والا ہے اور دوسرے لوگ جو سننے اور دیکھنے کی قوت سے آراستہ ہیں، اس کے اوصاف کا مظہر ہیں[۱]۔

حضرت سید الساجدینؑ عرفہ کے روز اس طرح مناجات کرتے ہیں:

وَ اَنتَ اللهُ لا اله الّا انتَ السَمیعُ البَصیرُ۔ ترجمہ: تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے کہ تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔[۲]

طاقت[۳] میں توحید کے بارے میں یہ کہنا ضروری ہے کہ قدرت خدا کا نامتناہی ہونا، اللہ تعالی کی ذات میں طاقت کے انحصار کی دلیل ہے اور دوسروں کی طاقتیں اللہ تعالی کی طاقت کا مظہر ہیں۔ جیسے: أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّـهِ جَمِيعًا۔ ترجمہ: ساری قوت صرف اللہ کے لئے ہے[۴]۔

اس طرح کی آیتیں اللہ کی ذات میں قدرت کے انحصار کو ثابت کرتی ہیں جب کہ یہ آیت قیامت سے مربوط ہے، لیکن قیامت قدرت حق کے ظہور کا ظرف ہے نہ کہ اس کے حدوث کا[۵]۔

اکثر دعاوں میں ایسی عبارتیں ملتی ہیں جو قدرت میں توحید کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور کبھی کبھی خدا کی قدرت کے نامحدود ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جیسے:

بِقُدرَتهِ الَّتی لاتَعجِزُ عَن شَیءٍ وَ اِن عَظُمَ وَ لایَفُوتُها شَیءٌ وَ اِن لَطُفَ ترجمہ: اپنی اس قدرت کی بنا پر جو کسی شئے سے عاجز نہیں ہے، چاہے وہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو اور اس سے کوئی شئے چھپ نہیں سکتی چاہے وہ کتنی ہی لطیف و باریک کیوں نہ ہو۔[۶]

۱۔ کتاب العین، ج ۲، ص ۳۲۵

۲۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۷، بند ۷

۳۔ قدرت، جس کے معنی ہیں قوّت و توانائی، حکما کی اصطلاح میں انجام فعل کی قوت، مشیت کی صورت میں اور اس کا ترک عدم مشیت کی صورت میں ہے۔ فاعل کو "قادر" کہا جاسکتا ہے کہ اگر چاہے کام کو انجام دے اور اگر نہ چاہے تو اسے ترک کرسکتا ہو۔ (جوادی آملی، عبداللہ تفسیر موضوعی قرآن کریم، ص ۱۳۱)

۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۶۵

۵۔ کتاب العین، ج ۲، ص ۳۵۹

۶۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۲، بند ۱

اِنَّ ذٰلِكَ لایَضیقُ عَلَیكَ فی وُسعِكَ وَ لایَتَکأدُكَ فی قُدرَتِكَ اِنَّكَ عَلی کُلِّ شیءٍ قَدیرٌ ۔ ترجمہ: تیری وسعت میں یہ بات کوئی مشکل نہیں ہے اور تیری قدرت کے سامنے یہ مسئلہ کوئی دشوار نہیں ہے، بے شک تو ہر شئے پر قادر ہے۔[۱]

بِالقُدرَةِ الَّتی بِها تُحیی اَمواتَ العِبادِ وَ بِها تَنشُرُ مَیتَ البِلادِ۔ ترجمہ: اپنی اس قدرت کے ذریعہ جس سے مردہ بندوں کو زندگی عنایت فرماتا ہے اور مردہ زمینوں میں زندگی دوڑاتا ہے۔[۲]

اس جملے میں زندہ کرنے کو اللہ تعالی کی قدرت کا گواہ بنا کر پیش کیا گیا ہے اور ہر چیز پر خدا کا کامل احاطہ اس کا لازمہ ہے۔ دعا کے بعض فقروں میں قدرت کو خداوند عالم کی ذات میں منحصر بتایا گیا ہے۔ جیسے :

لَكَ یا اِلٰهی وَحدانِیَّةُ العَدَدِ وَ مَلَکَةُ القُدرَةِ الصَّمَدِ وَ فَضیلَةُ الحَولِ وَ القُوَّةِ وَ دَرَجَةُ العُلُوِّ وَ الرِّفعَةِ۔ ترجمہ: میرے مالک! عدد کی یکتائی بھی تیرے لئے ہے اور بے نیازی کی قدرت بھی تیری ہے۔ ساری قوت و طاقت اور درجات کی بلندی و رفعت سب تیرے لئے ہے۔[۳]

اس فقرہ میں جملہ کا اسمیہ ہونا اور جار و مجرور کا مقدم ہونا انحصار کو بیان کرتا ہے۔ بعض دعاؤں میں دوسروں کی طاقت کو اللہ تعالی کی طاقت کا مرہون منت بتایا گیا ہے:

اَللّٰهُمَّ وَ اِنَّكَ مِنَ الضَّعفِ خَلَقتَنا وَ عَلی الوَهنِ بَنَیتَنا وَ مِن ماءٍ مَهینٍ اِبتَدَأتَنا فَلا حَولَ لَنا اِلّا بِقُوَّتِكَ وَ لا قُوَّةَ لَنا اِلّا بِعَونِكَ۔ ترجمہ: خدایا تو نے ہمیں انتہائی کمزوری کی حالت میں پیدا کیا ہے اور انتہائی ناتوانی پر ہماری بنیاد قائم کی ہے اور گندے پانی سے ہمارا آغاز کیا ہے، تو اب تیری طاقت کے بغیر ہماری کوئی تدبیر نہیں ہے، تیری مدد کے بغیر ہماری کوئی قوت نہیں ہے۔[۴]

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۱۶، بند ۳۴
۲۔ ایضاً، دعا نمبر ۴۸، بند ۱۳
۳۔ ایضاً، دعا نمبر ۲۸، بند ۱۰
۴۔ ایضاً، دعا نمبر ۹، بند ۵

يَا مَنِ اسْتَسْلَمَ كُلُّ شَيْءٍ لِقُدْرَتِهِ... يَا مَنِ انْقَادَ كُلُّ شَيْءٍ لِأَمْرِهِ... يَا مَنْ بَلَغَتْ إِلَى كُلِّ شَيْءٍ قُدْرَتُهُ۔ ترجمہ: اے وہ ذات جس کی قدرت کے سامنے تمام اشیا تسلیم اور منقاد ہیں اور اس کی قدرت ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے[1]۔

عزت[2] خدائے سبحان کی صفت ذاتی ہے اور اپنی ذات کے مانند لا محدود ہے اور اگر کوئی حقیقی عزت سے معمور ہے تو وہ مظہر الٰہی کے عنوان سے ہوگا۔ حقیقت میں عزت وہ نفوذ ناپذیر حالت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی حیات مرگ پذیر، اس کی قدرت عجز پذیر اور اس کا علم جہل و نسیان پذیر نہیں ہے[3]۔ بہت سی دعاوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ عزت مطلق، خدائے سبحان کے لئے مخصوص ہے:

۱۔ المیزان فی تفسیر القرآن، ص ۱۴۸

۲۔ عزّت، ایک نفوذ ناپذیر حالت ہے جو مغلوب ہونے سے روکتی ہے۔ سخت اور نفوذ ناپذیر زمین کو "ارض عَزاز" کہتے ہیں (حسن زادہ آملی، حسن، ممد الہمم فی شرح فصوص الحکم، ص: ۵۶۳، مادّہِ (ع ز ز) قرآن کریم کی تعلیمات کی بنیاد پر، عزَّت کی دو قسمیں ہیں: عزت حقیقی اور عزت کاذب، عزت حقیقی کے مصادیق بہت ہیں جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے: تُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ۔ ترجمہ: جس کو چاہتا ہے عزّت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ سارا خیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ (سورہ آل عمران، آیت ۲۶)۔ اس طرح کی آیتیں ہمیں سمجھاتی ہیں کہ حقیقی عزت کا مخزن خداوند عالم ہے، اسی طرح ارشاد ہوتا ہے: وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ ترجمہ: ساری عزت اللہ، رسول اور صاحبان ایمان کے لئے ہے اور یہ منافقین یہ جانتے بھی نہیں ہیں۔ (سورہ منافقون، آیت ۸)۔ قرآن مجید جھوٹی عزت کو اس طرح بیان کرتا ہے: وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ ترجمہ: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تقویٰ الٰہی اختیار کرو تو غرور گناہ کے آڑے آجاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے جہنم کافی ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔ (سورہ بقرہ، آیت ۲۰۶)
وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا۔ ترجمہ: اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے خدا اختیار کر لئے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزّت بنیں۔ (سورہ مریم، آیت ۸۱)
عزّت کاذب کا خاتمہ قیامت میں عذاب ناگوار کی صورت میں ظاہر ہوگا اور خدا نے ایسے لوگوں کے لئے فرماتا ہے: ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ۔ ترجمہ: کہو کہ اب اپنے کئے کا مزہ چکھو کہ تم تو بڑے صاحب عزّت اور محترم کہے جاتے تھے۔ (سورہ دخان، آیت ۴۹)

۳۔ کتاب العین، ج ۲، صص ۳۶۸-۳۷۳

یا مَن لَهُ العِزَّةُ والجمال۔ترجمہ: اے وہ ذات کہ عزت اور جمال مطلق،اس کے واسطے ہے۔[۱]

یا ذَاالعزَّةِ الدَّائِمةِ۔ترجمہ:اے ہمیشہ کی عزت رکھنے والے۔[۲]

عَزَّ سُلطانُكَ عِزّاً لاحَدَّ لَهُ بِأَوَّلِيَّة وَ لا مُنتَهى لَهُ بِآخِرِيَّة۔ترجمہ: تیری سلطنت اس قدر عزیز ہے کہ اس کی عزت کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا۔[۳]

اسی طرح بیان ہوا ہے کہ دوسرے فقط عنایت حق کے پرتو میں حقیقی عزت تک پہونچنے والے ہیں ۔ والعَزيزَ مَن اَعَزَّتهُ عِبادَتُكَ[۴]۔ ترجمہ: عزیز وہی ہے جسے تیری عبادت صاحب عزت بنادے۔یعنی عزت کا معیار خدا کی عبادت ہے۔ جھوٹی عزت کے مصداق بھی،حضرت زین العابدینؑ کے کلام میں اس طرح بیان ہوئے ہیں:

فَكَم قَد رَاَيتُ يا اِلهى مِن اُناسٍ طَلَبوا العِزَّ بِغَيرِكَ فَذَلُّوا۔ترجمہ: میں نے بارہا دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے تیرے غیر سے عزت کا تقاضا کیا ہے وہ ذلیل ہوئے ہیں۔[۵]

ج۔ **توحید افعالی**: توحید افعالی کا معنی یہ ہے کہ خداوند عالم کے علاوہ عالم میں کوئی بھی مستقل موثر نہیں ہے اور قیمومیت خلقت، مالکیت، ربوبیت، رزاقیت اور ولایت جو کہ ایک دوسرے پر مترتب ہے منحصراً، خدا کی طرف سے ہے[۶]۔ صفات فعل کی توحید میں بھی توحید ذات کی طرح مختلف قسمیں ہوتی ہیں اور دعاوں میں ان تمام اقسام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۱۔ **خالقیت میں توحید**: قرآن مجید کی مختلف آیات سے، توحید خالقیت اور خداوند عالم میں اس کا انحصار ثابت ہوتا ہے:

۱۔المیزان فی تفسیر القرآن، ص ۱۴۵
۲۔ایضاً، ص ۱۴۲
۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۳۲، بند ۴
۴۔ ایضاً، دعا نمبر ۳۵، بند ۴
۵۔ ایضاً، دعا نمبر ۲۸، بند ۶
۶۔کتاب العین، ج ۲، ص ۳۷۹

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔ ترجمہ: کیا اس کے علاوہ بھی کوئی خالق ہے، وہی تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے[۱]۔

قرآن یہ بیان کرتا ہے کہ دوسرے، حتّیٰ اگر خالق بھی ہوں تو بھی وہ حق کی خالقیت کے مظہر ہیں:

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ ترجمہ: وہ خدا جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے[۲]۔

أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ۔ ترجمہ: تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں[۳]۔

حضرت امام سجادؑ عرفہ کے دن اپنی مناجات میں درگاہ پروردگار میں اس طرح عرض کرتے ہیں: اَللّٰهُمَّ لَكَ الحمدُ بَديعَ السَّمواتِ وَالارضِ...وَ خالِقَ كُلِّ مَخلوقٍ۔ ترجمہ: خدایا! ساری حمد تیرے لئے ہے کہ تو آسمان وزمین کا موجد ہے ... مخلوقات کا خالق ہے[۴]۔

۲۔ مالکیت[۵] میں توحید: قرآن ایک طرف سے اصل وجود اور مالکیت حقیقی کو فقط خدا کے لئے ثابت کرتا ہے، اور دوسری طرف، اسے دوسروں سے سلب کرتا ہے؛ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ۔ ترجمہ: بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھوں میں سارا ملک ہے[۶]۔

وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ۔ ترجمہ: اور نہ کوئی اس کے ملک میں شریک ہے[۷]۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ۔ ترجمہ: اور اس کے علاوہ تم

۱۔ سورہ فاطر، آیت ۳

۲۔ سورہ مومنون، آیت ۱۴

۳۔ سورہ واقعہ، آیت ۵۹

۴۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۷، بند ۲

۵۔ مالکیت کی دو قسم ہے: اعتباری اور حقیقی۔ قرآن کریم نے، انسانی زندگی نظام اور جامعہ بشری کے بقاکے لئے اس طرح کے اعتباری عنوان کو رسمیت دی لیکن حقیقی مالکیت، ایک امر تکوینی اور واقعی ہے؛ جیسے انسان کی مالکیت اپنے اعضا و جوارح پر۔ اس قسم کی مالکیت قرآن کی نظر میں صرف اللہ تعالی کے لئے مختص ہے: قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ (سورہ یونس، آیت ۳۱)۔

۶۔ سورہ ملک، آیت ۱

۷۔ سورہ اسراء، آیت ۱۱۱

جنہیں آواز دیتے ہو وہ خرمہ کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار کے مالک نہیں ہیں[۱]۔

پیغمبروں نے بھی، اس لئے کہ ایک گروہ، افراط کی وجہ سے مالکیت حقیقی کو ان سے نسبت نہ دے، مالکیت کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں منحصر بتایا ہے:

قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا۔ ترجمہ: کہہ دیجئے کہ میں خود بھی اپنے نفس کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا ہوں[۲]۔

حضرت امام سجادؑ نے اپنی دعاوں میں مختلف صورتوں میں توحید کی اس قسم کو بیان کیا ہے:

وَ مَضَت عَلی اِرادَتِكَ الاشياءُ فَهِیَ بِمَشِيَّتِكَ دُونَ قَولِكَ مُؤتَمِرَةٌ وَ بِاِرادَتِكَ دُونَ نَهيِكَ مُنزَجِرَةٌ۔ ترجمہ: تیری ہی قوت سے فیصلے نافذ ہوگئے، اور تیرے ہی ارادے سے چیزیں چل رہی ہیں کہ وہ تیری مشیت کے بلا کہے پابند ہیں اور تیرے ارادے کے سامنے بغیر منع کئے ہوئے رکی ہوئی ہیں۔[۳]

اللّٰهُمَّ اِنَّكَ كَلَّفتَنی مِن نَفسی ما اَنتَ اَملَكُ بِه مِنّی۔ ترجمہ: خدایا! تو نے میرے نفس کو جن باتوں کا حکم دیا ہے ان کے بارے تیرا اختیار مجھ سے کہیں زیادہ ہے[۴]۔

۳۔ **ربوبیت میں توحید**: قرآن مجید کی نظر میں نظام تکوین اور تشریع کی ربوبیت خداوند عالم کی ذات میں منحصر ہے:

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ ترجمہ: ساری حمد اسی خدا کے لئے ہے جو آسمان و زمین اور تمام عالمین کا پروردگار اور مالک ہے[۵]۔

وَالمُدَبِّراتِ اَمراً جیسی آیتیں جن میں امور کی تدبیر کو فرشتوں کی طرف نسبت دی گئی ہے، حقیقت میں انھیں مظہر تدبیر الٰہی کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ خود فرشتوں کی زبان میں فرماتا ہے:

۱۔ سورہ فاطر، آیت ۱۳
۲۔ سورہ اعراف، آیت ۱۸۸
۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۷، بند ۲ اور ۳
۴۔ ایضاً، دعا نمبر ۲۲، بند ۱
۵۔ سورہ جاثیہ، آیت ۳۶

وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ۔ ترجمہ: اور اے پیغمبر ہم فرشتے آپ کے پروردگار کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتے ہیں ہمارے سامنے یا پس پشت یا اس کے درمیان جو کچھ ہے سب اس کے اختیار میں ہے[۱]۔

حضرت امام زین العابدینؑ کی مناجات میں ہم پڑھتے ہیں:

اللّٰهُمَّ لَكَ الحمدُ... رَبِّ الارباب۔ ترجمہ: پروردگارا تیرا شکر ہے، پالنے والوں کا پالنے والا[۲]۔

حضرت امام سجادؑ، نئے مہینہ کا چاند دیکھتے وقت فرماتے تھے:

فَاسالُ اللهَ رَبّي وَ رَبُّكَ۔ ترجمہ: اب میں اسی خدا سے سوال کر رہا ہوں جو تیرا بھی رب ہے اور میرا بھی رب ہے[۳]۔

سؤال مَن لا رَبَّ لَهُ غَيرك۔ ترجمہ: اس کی درخواست ہے جو تیرے علاوہ کسی اور صاحب اختیار کو نہیں جانتا۔

۴۔ **رازقیت میں توحید**: قرآن کریم کے نقطہ نظر سے رازق فقط خداوند عالم ہے:

إِنَّ اللَّـهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ۔ ترجمہ: بیشک رزق دینے والا، صاحبِ قوت اور زبردست صرف اللہ ہے[۴]۔

اللَّـهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ۔ ترجمہ: اللہ ہی وہ ہے جس نے تم سب کو خلق کیا ہے پھر روزی دی ہے[۵]۔

بعض آیتوں میں رازقیت کی نسبت دوسروں سے دی گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے لوگ اس صفت الٰہی کے مظہر ہیں:

۱۔ سورہ مریم، آیت ۶۴
۲۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۷، بند ۲
۳۔ ایضاً، دعا نمبر ۴۳، بند ۴
۴۔ سورہ ذاریات، آیت ۵۸
۵۔ سورہ روم، آیت ۴۰

وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ۔ ترجمہ: اس میں ان کے کھانے کپڑے کا انتظام کردو[۱]۔

آخر میں خدا بہترین رازق اور تمام مخلوقات کے رزق کا ذمہ دار ہے:

وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ ترجمہ: اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے[۲]۔

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ ترجمہ: اور زمین پر چلنے والی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جس کا رزق خدا کے ذمہ نہ ہو[۳]۔

اس قسم کی توحید، فراوانی کے ساتھ دعاوں میں جلوہ ریز ہے، مثلاً:

وَ جَعَلَ لِكُلِّ رُوحٍ مِنهُم قُوتاً مَعلوماً مَقسوماً مِن رِزقِهِ لايَنقُصُ مَن زادَهُ ناقِصٌ وَلايَزيدُ مَن نَقَصَ مِنهُم زائِدٌ۔ ترجمہ: ہر روح کے لئے ایک غذا مقرر کردی ہے جس کی کا کام بھی اپنے ہاتھوں میں رکھا ہے نہ کوئی کم کرنے والا اسے کم کرسکتا ہے اور نہ کوئی بڑھانے والا اسے بڑھا سکتا ہے[۴]۔

وَ اَجرِ مِن اَسبابِ الحَلالِ اَرزاقی۔ ترجمہ: اور اپنے لطف ورزق کو جاری فرمادے۔[۵]

ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ۔ ترجمہ: اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جن باتوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے سب کچھ موجود ہے۔ آسمان وزمین کے مالک کی قسم یہ قرآن بالکل برحق ہے جس طرح تم خود باتیں کررہے ہو۔[۶]

۱۔ سورہ نساء، آیت ۵
۲۔ سورہ جمعہ، آیت ۱۱
۳۔ سورہ ہود آیت ٦
۴۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر۱، بند ۵
۵۔ ایضاً، دعا نمبر ۳۰، بند ۳
٦۔ سورہ ذاریات، آیت ۲۲۔۲۳

حضرت امام سجاد انؑ دو آیتوں کے ضمن میں، پروردگار کی درگاہ میں اس طرح عرض کرتے ہیں:

وَاجعَل ما صَرَّحتَ بِهِ مِن عِدَتِكَ فی وَحیِكَ وَ اَتبَعتَهُ مِن قَسَمِكَ فی کِتابِكَ قاطعاً لِاهتِمامِنا بِالرِّزقِ الَّذی تَکَفَّلتَ بِهِ وَ حَسماً لِلاِشتِغالِ بِما ضَمِنتَ الکِفایَةَ لَهُ۔ ترجمہ: اور جو تو نے اپنی وحی میں صریحی وعدہ کیا ہے اور اپنی کتاب میں اس کے بارے میں قسم کھائی ہے، اسے رزق کے تمام افکار کو قطع کرنے کا وسیلہ بنادے کہ تو نے اس کی کفالت کی ہے اور ان چیزوں میں مشغول ہونے سے بچالے جن کے لئے کافی ہونے کا تو خود ذمہ دار ہے۔[1]

آن حضرت زندگی میں استعمال رزق کے طریقہ کو بھی خدا کے ہاتھ میں جانتے ہیں:

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلی مُحَمَدٍ وَ آلِهِ وَ احجُبنی عَنِ السَّرفِ وَالاِزدیادِ وَ قَوِّمنی بِالبَذلِ وَ الاِقتِصادِ وَ عَلِّمنی حُسنَ التَّقدیرِ وَ اقبِضنی بِلُطفِكَ عَنِ التَّبذیرِ۔ ترجمہ: خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے فضول خرچی اور زیادتی مصارف سے بچالے اور میانہ روی اور عطایا کے ذریعہ مجھے سیدھے راستے پر لگادے، مجھے صحیح اندازوں کی تعلیم دیدے۔[2]

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمدٍ وَ آلِه وَ اکفِنی مَؤونَةَ الاِکتِسابِ وَ ارزُقنی مِن غَیرِ احتِسابٍ فَلا اَشتَغِلَ عَن عِبادَتِكَ بِالطَّلَبِ وَ لا اَحتَمِلَ اِصرَ تَبِعاتِ المَکسَبِ[3]۔ ترجمہ: خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے کرب معیشت کی زحمت سے بچالے اور رزق بے حساب عنایت فرمادے کہ میں طلب معاش میں تیری عبادت سے غافل نہ ہو جاؤں اور مجھے کسب معاش کی زحمتوں کا بوجھ نہ اٹھانا پڑے۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۲۹، بند ۳
۲۔ ایضاً، دعا نمبر ۳۰، بند ۳
۳۔ ایضاً، دعا نمبر ۲۰، بند ۲۴

۵۔ولایت میں توحید : ولایت کے معنی سرپرستی اور تدبیر امور کے ہیں اور تکوینی اور تشریعی دونوں صورتوں میں یہ حق تعالیٰ کے صفات فعلی میں سے ہے اور قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر، حقیقتاً خداوند متعال کی ذات سے مخصوص ہے۔ دوسرے لوگ علم، طاقت یا ذاتی مالکیت کے نہ ہونے کی وجہ سے اس ولایت میں حصہ دار نہیں ہیں:

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَاللَّـهُ هُوَ الْوَلِيُّ ۔ ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اس کو چھوڑ کر اپنے لئے سرپرست بنائے ہیں جب کہ وہی سب کا سرپرست ہے[1]۔

وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّـهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ ترجمہ: اور تمہارے لئے اس کے علاوہ کوئی سرپرست اور مددگار بھی نہیں ہے[2]۔

البتہ قرآن کریم نے ولایت کی دو اور قسموں کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے۔

اول: ولایت رسول خداؐ اور ائمہ طاہرینؑ:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّـهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۔ ترجمہ: ایمان والو بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبانِ ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں [3]۔

دوم ولایت طاغوت و شیاطین:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ۔ ترجمہ: اور کفار کے ولی طاغوت ہیں۔[4]

إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۔ ترجمہ: بیشک ہم نے شیاطین کو بے ایمان انسانوں کا دوست بنادیا ہے[5]۔

۱۔ سورہ شوریٰ، آیت ۹
۲۔ سورہ شوریٰ، آیت ۳۱
۳۔ سورہ مائدہ، آیت ۵۵
۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۷
۵۔ سورہ اعراف، آیت ۲۷

لیکن ان دونوں میں سے کوئی بھی ولایت؛ ولایت خدا سے علاحدہ نہیں ہے کیونکہ اولًا انسان کامل بھی استقلال کا حامل نہیں ہے اسی لئے انبیااور اولیا مظہر ولایت الٰہی ہیں، اور ثانیاً کفار پر شیطان کی ولایت بھی ایک قسم کا عذاب اور سزا ہے اور تکوینی طور پر شیطان ان لوگوں کا ولی ہے جو اللہ تعالی کی ولایت کے بجائے دوسروں کی ولایت کو قبول کرتے ہیں۔[1] اس لئے یہ ولایت بھی خدا سے منسوب ہے اور خود مستقل نہیں ہے۔

اس قسم کی توحید بھی دعاوں موجود ہے۔ صحیفہِ سجادیہ میں آیا ہے: اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِه...وَ سُمنى حُسنَ الوِلايَةِ۔ ترجمہ: خدایا، ! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما ...اور مجھ پر بہترین سرپرستی کا نشان لگادے[2]۔

توحید عملی کا اقرار:

توحید عملی یعنی انسان توحید کی بنیاد پر زندگی گزارے اور کفر آمیز اور شرک آلود راستہ نہ اپنائے۔ توحید عملی توحید کا سب سے اہم حصہ ہے جس پر قرآن مجید نے بار بار تاکید کی ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ۔ ترجمہ: اور آپ کے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ تم سب اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا۔[3]

وَاعْبُدُوا اللَّـهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا۔ ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی شے کو اس کا شریک نہ بناؤ[4]۔

توحید عملی عالم تشریع کے علاوہ عالم تکوین پر بھی حاکم ہے:

إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَـٰنِ عَبْدًا۔ ترجمہ: زمین و آسمان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی بارگاہ میں بندہ بن کر حاضر ہونے والا نہ ہو[5]۔

حضرت امام سجادؑ اس حقیقت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

۱۔ کتاب العین، ج ۲، صص ۴۳۲-۴۳۵

۲۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۲۰، بند ۲۲

۳۔ سورہ اسرا، آیت ۲۳

۴۔ سورہ نساء، آیت ۳۶

۵۔ سورہ مریم، آیت ۹۳

سُبحانَكَ خَضَعَ لَكَ مَن جَرىٰ في عِلمِكَ وَ خَشَعَ لِعَظَمَتِكَ ما دونَ عَرشِكَ وَ انقادَ لِلتَّسليمِ لَكَ كُلُّ خَلقِكَ۔ ترجمہ: تو پاک و بے نیاز ہے، جو بھی تیرے حدود علم میں ہے وہ تیرے سامنے سرنگون ہے اور جو بھی تیرے عرش کے نیچے ہے وہ تیری بارگاہ میں سر تسلیم خم کئے ہوتا ہے اور تمام مخلوقات تیرے سامنے سراپا تسلیم ہے[۱]۔

توحید نظری کی طرح توحید عملی کے بھی مختلف پہلو ہوتے ہیں جن کا تذکرہ معصومین علیہ السلام کی دعاوں میں خصوصاً صحیفہ سجادیہ میں ملتا ہے۔

۱۔ **عبادت میں توحید**: عبادت یعنی ایک معبود کے سامنے اس کی ربوبیت اور الوہیت پر اعتقاد رکھتے ہوئے، جسمانی اور قلبی خضوع و خشوع کے ساتھ سر جھکانا جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ضرورت اور فقر کو سمجھ رہا ہے[۲]۔

عبادت اللہ تعالی سے مخصوص ہے اور اس کے علاوہ کوئی نہ تو مستقل طور پر اور نہ ہی اللہ تعالی کے مظہر کے عنوان سے معبود نہیں ہے، وہ صرف بندہ ہے، حتّٰی رسول اکرمؐ بھی صرف خدا کے بندہ ہیں: اشھد اَنَّ مُحَمَّداً عَبدُہُ۔

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرَّحْمَـٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ ۔ ترجمہ: اور آپ ان رسولوں سے سوال کریں جنہیں آپ سے پہلے بھیجا گیا ہے کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ بھی خدا قرار دیئے ہیں جن کی پرستش کی جائے[۳]۔

امام زین العابدینؑ اللہ تعالی سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی بندگی غرور و تکبر کے بغیر ہو:

وَ عَبِّدني لَكَ وَ لاتُفسِد عِبادَتي بِالعُجبِ۔ ترجمہ: ہمیں عبادت میں مصروف کردے لیکن ہماری عبادت کو خود پسندی سے برباد نہ ہونے دینا[۴]۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۷، بند ۲۶
۲۔ کتاب العین، ج ۲، ص ۵۱۶
۳۔ سورہ زخرف، آیت ۴۵
۴۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۲۰، بند ۳

عبادت کا بلند و برتر معنی بھی آنحضرت کے کلام سے واضح ہے:

اِلٰھی اَصبَحتُ وَ اَمسَیتُ عَبداً داخراً لَكَ، لا اَملِكُ لِنَفسی نَفعاً وَ لاضَراً اِلّا بِكَ. اَشهدُ بِذلكَ عَلی نَفسی وَاَعتَرِفُ بِضَعفِ قُوَّتی وَ قِلَّةِ حِیلَتی فَانجز لی ما وَعَدتَنی وَ تَمِّم لی ما آتَیتَنی فَاِنّی عَبدُكَ المِسكینُ المُستكینُ الضَّعیفُ الضَّریرُ الحقیرُ المهینُ الفقیرُ الخائفُ المُستجیرُ۔

ترجمہ: خدایا! میری صبح و شام اس عالم میں ہے کہ میں تیرا بندہ ذلیل ہوں، میرے اختیار میں نہ فائدہ ہے اور نہ نقصان، میں خود اپنے خلاف گواہی دے رہا ہوں اور اپنی کمزوری کا معترف ہوں کہ میرے پاس کوئی راہ تدبیر نہیں ہے لہٰذا تو خود ہی اپنے وعدوں کو پورا کردے اور اپنی دی ہوئی نعمتوں کو پورا کردے کہ میں تیرا بندہ مسکین و ذلیل وضعیف و ناتوان و حقیر و فقیر و خوفزدہ و بے نوا اور طالب پناہ ہوں [1]۔

امامؑ نے اس دعا میں ایک بندہ حقیقی کے اوصاف اور اس کے ایمان کو بیان فرمایا ہے اور ایمان و بصیرت کے استحکام کی دعا فرمائی ہے کیونکہ بصیرت، حقیقی عبادت کی بنیاد ہے۔

وَاَحكِمْ فِي عِبَادَتِكَ بَصِيرَتِي۔ ترجمہ: اور میری بصیرت کو، اپنی بندگی میں محکم فرما [2]۔

قرآن کریم نے عبادت میں توحید کو مختلف دلیلوں سے ثابت کیا ہے اور وہ سب مختلف طریقوں سے دعاوں میں متجلی ہیں، جیسے برہانِ الوہیت یعنی اللہ ایسی ذات ہے جو اپنے افعال میں مطلق طور پر مستقل ہے۔اسی لئے کسی شخص یا چیز کے سامنے اس کی الوہیت پر اعتقاد کے بغیر خضوع و خشوع کرنا عبادت نہیں ہے۔ [3] اور اسی بنیاد پر کیونکہ خدا کے علاوہ کوئی ذات مستقل نہیں ہے لہٰذا ان کا معبود ہونا بھی باطل ہے۔

وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَـٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ۔ ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور خدا کو پکارے گا جس کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے [4]۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۲۱، بند ۷
۲۔ ایضاً، دعا نمبر ۳۱، بند ۱۳
۳۔ کتاب العین، ج ۲، ص ۵۲۴
۴۔ سورہ مومنون، آیت ۱۱۷

ائمہّ طاہرین کی زیادہ تر مناجاتیں لفظ "الٰہی" سے شروع ہوتی ہیں جو ہمارے دعوے کی دلیل ہے۔اسی طرح صحیفہ سجادیہ میں آیا ہے: اللَّهُمَّ لَكَ الحمدُ... اِلهَ كُلِ مِالُوهٍ۔ ترجمہ: بارالٰہا، تیرا شکر...اے ہر معبود کے معبود[1]۔

اس کلام میں امامؑ اشارہ کرتے ہیں کہ ہر شخص یا ہر چیز جو کہ دوسروں کا الٰہ واقع ہوا ہے وہ واقعی الٰہ نہیں ہے، بلکہ سبھی کا الٰہ تنہا خدا ہے۔

توحید عبادت میں قرآن کی دوسری دلیل ، موت وحیات پر خداوند عالم کی مالکیت ہے:

فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّـهِ وَلَـٰكِنْ أَعْبُدُ اللَّـهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ۔

ترجمہ: میں ان کی پرستش نہیں کرسکتا جنہیں تم لوگ خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو۔میں تو صرف اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جو تم سب کو موت دینے والا ہے[2]۔

حضرت امام زین العابدینؑ کی مناجات میں اس دلیل کا انعکاس موجود ہے:

سُبحانَكَ قَضيتَ عَلى جَميعِ خَلقِكَ المَوتَ مَن وَحَّدَكَ وَ مَن كَفَرَ بِكَ وَ كُلٌّ ذائِقُ المَوتِ و كُلٌّ صائِرٌ اِلَيكَ۔ ترجمہ: تو پاک وبے نیاز ہے تو نے تمام مخلوقات کے لئے موت کا فیصلہ کردیا ہے چاہے وہ توحید پرست یا کافر، سب موت کا مزہ چکھنے والے ہیں اور سب تیری طرف آنے والے ہیں[3]۔

حضرت امام سجادؑ نہ صرف عطائے حیات اور موت کو دست قدرت الٰہی میں بتاتے ہیں، بلکہ اس کی نوعیت کو بھی اس کی جانب سے جانتے ہیں، البتہ فرد کی ذاتی صلاحیتیں اس پر اثرانداز ہوتی ہیں:

فَاَحيِنى حَياةً طَيِّبَةً تَنتَظِمُ بِما اُريدَ وَ تَبلُغُ ما اُحِبُّ مِن حَيثُ لا اتى ما تَكرَهُ وَ لا اَرتَكِبُ ما نُهيتَ عَنهُ وض اَمِتنى ميتةَ مَن يَسعى نُورُهُ بَينَ يَديهِ وَ عَن يَمينِهِ۔

ترجمہ: مجھے ایسی پاکیزہ زندگی عطا فرمادے جو میرے مقصد سے ہم آہنگ ہو اور مجھے میری

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۷، بند ۲

۲۔ سورہ یونس، آیت ۱۰۴

۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۵۲، بند ۵

محبوب منزل تک پہنچادے جہاں میں کوئی ایسا کام نہ کروں جو تجھے ناپسند ہو اور مجھے اس مومن کی موت عطا فرما جس کا نور اس کے سامنے اور داہنے چل رہا ہو[1]۔

نفع اور نقصان کا خداوند عالم کے ارادہ اور قدرت کے احاطہ میں محدود ہونا، توحید عبادت کی تیسری دلیل ہے:

وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ۔ ترجمہ: اور خدا کے علاوہ کسی ایسے کو آواز نہ دیں جو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان ورنہ ایسا کریں گے تو آپ کا شمار بھی ظالمین میں ہو جائے گا[2]۔

حضرت امام زین العابدینؑ نے اس معنی کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے:

وَ قَد نَزَلَ بي يا رَبِّ ما قَد تَكَأَّدَني ثِقلُهُ وَ أَلَمَّ بي ما قد بَهَظَني حَملُهُ و بِقُدرَتِكَ أَورَدتَهُ عَلَيَّ وَ بِسُلطانِكَ وَجَّهتَهُ إِلَيَّ فَلا مُصدِرَ لِما أَورَدتَ وَ لا صارِفَ لِما وَجَّهتَ و لا فاتِحَ لِما أَغلَقتَ و لا مُغلِقَ لِما فَتَحتَ۔ ترجمہ: جس کے بوجھ نے مجھے تھکا دیا ہے اور وہ آفت آپڑی ہے جس کی سنگینی نے مجھے عاجز کر دیا ہے تو نے ہی اسے اپنی قدرت سے وارد کیا ہے۔اور تو نے ہی اپنی طاقت سے اس کا رخ میری طرف موڑ دیا ہے اور اب وارد ہو جانے والے نکالنے والا اور آنے والے کو موڑنے والا اور بند دروازوں کو کھولنے والا اور کھلے راستوں کو بند کرنے والا اور... تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ [3]

امامؑ اس کی وجہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

فَهِيَ بِمَشيَّتِكَ دُونَ قَولِكَ مُؤتَمِرَةٌ وَ بِإرادَتِكَ دُونَ نَهيِكَ مُنزَجِرَةٌ۔
ترجمہ: اور تیرے ہی ارادہ سے تمام چیزیں چل رہی ہیں کہ وہ تیری مشیت کی بلا کہے پابند ہیں اور تیرے ارادے کے سامنے بغیر منع کئے ہوئے رکی ہوئی ہیں[4]۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۷، بند ۱۱۷
۲۔ سورہ یونس، آیت ۱۰۶
۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۷، بند ۵۔۷
۴۔ ایضاً، دعا نمبر ۷، بند ۳

اِنَّكَ المَنّانُ بِجَسِيمِ المِنَنِ الوَهَّابُ لِعَظِيمِ النِّعَمِ....المُحسِنُ المُجمِلُ ذُو الطَّولِ۔ ترجمہ: بے شک بڑی نعمتوں سے احسان کرنے والا اور عظیم احسانات کا عطا کرنے والا ہے... تو احسان کرنے والا، نیکیاں عطا کرنے والا اور صاحب جود و کرم ہے [۱]۔

مِنَّتُكَ اِبتداءٌ۔ ترجمہ: اس کا احسان ابتدائی ہوتا ہے [۲]۔

حمد میں توحید، توحید عملی کا دوسرا جلوہ ہے۔اصطلاح میں حمد، اختیاری طور پر انجام دئے گئے نیک کاموں کی تعریف کو کہتے ہیں، چاہے اس کمال سے دوسروں کو فائدہ پہونچے یا نہ پہونچے،اگر بالذات اور بالاستقلال کی قید کو نظر میں رکھا جائے تو اس کا انحصار خدا کے لئے ثابت ہو جاتا ہے اور عبادی ہونے کا عنوان حاصل کر لیتا ہے۔ جیسے دعا اگر درخواست کرنا قید ذاتی کے ساتھ ہو اور مستقل ہو تو رنگ عبادت بھی حاصل کر لیتی ہے اور مخصوص خدا بھی ہو جاتی ہے [۳]۔

فَلِلّٰهِ الحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ ترجمہ: ساری حمد اسی خدا کے لئے ہے جو آسمان و زمین اور تمام عالمین کا پروردگار اور مالک ہے [۴]۔

معصومینؑ کی دعاوں میں اس توحید کا زیادہ اقرار اور اعتراف ہوا ہے جیسے: اِلٰهِی اَحمَدُكَ وَ انتَ لِلحَمدِ اهلٌ۔ ترجمہ: خدایا تیری حمد کرتا ہوں، کیونکہ فقط تو حمد کے لایق ہے [۵]۔

یہ وہی توحید ربُّ الارباب ہے۔امام سجادؑ صحیفہ سجادیہ کی پہلی دعا میں ضرورت حمد کے بارے دلایل کے ساتھ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔اسی طرح دعائے عرفہ کے ایک حصّہ میں، حمد کے طریقہ اور اس کی وجہ بیان کی گئی ہے۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۳۶، بند ۷
۲۔ ایضاً، دعا نمبر ۴۵، بند ۴
۳۔ کتاب العین، ج ۲، ص ۵۳۶
۴۔ سورہ جاثیہ، آیت ۳۶
۵۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۵۱، بند ۱

دعامیں توحید

دعامیں توحید، توحید علمی کا دوسرا جلوہ ہے ۔ حقیقی دعا، دعا کرنے والے کی حاجت اور اس کے مستقل نہ ہونے کی حکایت کرتی ہے۔ سوال اس وقت حقیقی ہے جب مسئول یعنی جس سے سؤال کیا جارہا ہے مستقل اور غنی ہو۔ توحید کے دلایل کی بنیاد پر وہ مستقل مسئول فقط "خدائے سبحان" ہے۔ اسی بنیاد پر، قرآن کی نظر میں حق تعالیٰ کو خلوص نیت کے ساتھ پکارنے اور توحید کی بنیاد پر دعا میں معنی و مفہوم پیدا ہوتا ہے اور استجابت کی منزل سامنے آتی ہے :

أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ ۔ ترجمہ: بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے[1]۔

درخواست کے طریقہ پر دعا

اہل بیتؑ کی ماثورہ دعاوں کا ایک حصہ تقاضا اور التجا کی صورت میں ہے۔ ان دعاوں میں حضرت حق سے مختلف درخواستیں بیان ہوئیں ہیں۔ اس طرح کی دعاوں کے نمونے دعائے کمیل، عرفہ کے دن امام حسینؑ اور امام سجادؑ کی دعا، دعائے ابو حمزہ ثمالی اور صحیفہ سجادیہ کی متعدد دعائیں، جیسے، طلب باران کی دعا، گرفتاری سے نکلنے کے لئے دعا اور دعای مکارم الاخلاق وغیرہ ہیں۔

اس طرح کی دعا میں داعی اپنی توحید کو ظاہر کرتا ہے۔ دعا کرنے والا خداوند عالم سے درخواست کے ساتھ ،اس واقعیت کو بھی اجاگر کرتا ہے کہ وہ فقط خداوند عالم کو رازق، خالق، مالک ، قادر اور تمام اسمائے حسنیٰ کا مالک جانتا ہے اور اسی کو آواز دیتا ہے اور اپنی حاجت کو اس سے طلب کرتا ہے۔ یہ سارے سوال، باالواسطہ طور پر ،توحید کے متعدد مراتب کا اقرار ہیں، کیونکہ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، خداوند عالم ہر صفت میں یکتا ہے اور دوسرے حق تعالیٰ کی صفات کے فقط مظہر بن سکتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ صحیفہ سجادیہ کی بہت ساری دعاؤں میں جن میں امام نے اللہ تعالی سے کوئی درخواست کی ہے، حمد، تسبیح اور توحید حق سے مختص ہے۔ گویا وہ تقاضہ ایک بہانہ تھا تاکہ امامؑ کو توحید حق اور اس کی مناجات میں غرق کر دے۔

۱۔ سورہ نمل، آیت ۶۲

مناجات کی روش سے دعا

دعاوں کا تیسرا حصّہ، ربُّ الارباب سے راز و نیاز کی صورت میں نے۔ دعاوں کی اس روش میں ائمہ طاہرینؑ نے معبود یگانہ سے راز و نیاز اور معاشقہ کے باب کھولے ہیں۔آپ نے اس مقام پر خود کو فقیر مطلق اور حق تعالیٰ کو تنہا غنی مطلق اور بالذات پایا ہے۔اور اسی لئے درگاہ حق تعالیٰ میں، اپنی طلب کو پیش کرنے کے بہانہ راز و نیاز کرتے ہیں۔آپ حضراتؑ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّـهِ وَاللَّـهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ[1] کے آخری زینہ تک پہونچ چکے ہیں اور اسی نہج پر خدا سے راز و نیاز کرتے ہیں:

اَنا الفقير فى غناى فكيف لا اكون فقيراً فى فقرى۔ ترجمہ:۔خدایا میں اپنی تونگری میں فقیر ہوں تو کس طرح اپنی فقر کی حالت میں فقیر نہ رہوں؟[2]

یہ بیان توحید کا آخری درجہ اور ایک موحّد کا بالاترین مرتبہ ہے۔ صحیفہ سجادیہ میں امام سجادؑ، خداوند عالم کی بارگاہ میں اس طرح راز و نیاز کرتے ہیں:

يَا كَهفِى حينَ تُعيينى المَذاهِبُ وَ يا مُقيلى عَثرَتى فَلَولا سَترُكَ عَورَتى لَكُنتُ مِنَ المَفضُوحينَ وَ يا مُؤَيِّدى بِالنّصرِ فَلولا نَصرُكَ اِيّاىَ لَكُنتُ مِنَ المغلوبينَ وَيا مَن وَضَعَت لَهُ المُلُوكُ نيرَ المَذَلّةِ على اَعناقِها فَهُم مِن سَطَواتِهِ خائِفونَ و يا اَهلَ التَّقوى و يا مَن لهُ الاسماءُ الحُسنى۔ترجمہ: اے وہ پروردگار جو اس وقت پناہگاہ بنتا ہے جب سارے راستے عاجز کر دیتے ہیں اور اے میری لغزشوں کے سنبھالا دینے والے! اگر تیری پردہ پوشی نہ ہوتی تو میں رسوا ہو جانے والوں میں شمار ہو جاتا، اور اے اپنی نصرت سے میری تائید کرنے والے! اگر تیری نصرت نہ ہوتی تو میں مغلوبوں میں شمار ہو جاتا اور اے وہ پرورگار جس کی بارگاہ میں بادشاہوں نے ذلت کا جوا اپنے کاندھے پر رکھا لیا ہے اور اب اس کی ہیبت سے خوفزدہ ہیں۔اے وہ جو تقوی کے قابل ہے اور جس کے اسماء انتہائی حسین ہیں[3]۔

۱۔ سورہ فاطر، آیت ۱۵
۲۔ المیزان فی تفسیر القرآن، ص ۴۴۹
۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۵۱، بند ۷

حضرت امام سجادؑ کی مناجات خمسہ عشر اس طرح کی دعا کی بہترین مثال ہے۔

زیارت کے طریقہ سے دعا

دعاوں کی دوسری قسم زیارت ہے۔ زیارت بھی ایک طرح سے خدا سے ارتباط کا ذریعہ ہے، کیونکہ اہلبیت علیہم السلام بطور کامل حق تعالیٰ کا مظہر ہیں اور در حقیقت ان کے ذریعہ ارادہ الٰہی جاری ہوتا ہے۔ یہ بات معصومین علیہم السلام کی ماثورہ دعاوں میں وضاحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر، روزِ عید غدیر، زیارت امیر المومنینؑ میں آنحضرت کو عین اللہ، وجہ اللہ اور اذن اللہ کے طور پر تعارف کرایا گیا ہے۔ زیارتِ رجبیہ میں خاندان عصمت وطہارت کے اوصاف کثرت سے بیان ہوئے ہیں:

بِکُم یُجبَرُ المَھیضُ و یُشفی المریض۔ ترجمہ: آپ کے وسیلہ سے ٹوٹا ہوا متحد اور بیمار شفا پاجاتا ہے۔

زیارت جامعہ کبیرہ میں بھی اس سلسلہ میں فکر انگیز فقرات ملتے ہیں، اس زیارت میں ائمہ معصومینؑ کو ان اوصاف سے پکارا گیا ہے: معدن الرحمۃ، خزّان العلم، اولی الامر، خیرۃ اللہ، حجّۃ اللہ، صراط، نور اور برھان خداوندمتعال، الادلّاءِ علی صراطہ وغیرہ۔

یہاں تک کہ ارشاد ہوتا ہے:

ایاب الخلقِ اِلَیکُم وحِسَابُھُم عَلَیکُم، اَشْرَقَتِ الاَرْضِ بِنُورِکُم اور مَنْ اَراداللہ بدابِکُمْ؛ جو بھی خدا چاہتا ہے آپؑ سے شروع کرتا ہے۔ حقیقت میں زیارت بھی ایک توحیدی راستہ ہے۔

حضرت امام زین العابدینؑ، خداوند عالم سے اس طرح سے درخواست کرتے ہیں:

اللھم و امنُن عَلَیَّ بِالحج و العُمرۃ و زیارۃ قبرِ رَسولِكَ۔ ترجمہ: خدایا میرے اوپر احسان کر تاکہ حج اور عمرہ بجالاوں اور تیرے رسولؐ اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کی زیارت کرسکوں[1]۔

آنحضرتؑ، اسی طرح ماہ مبارک کے استقبال اور وداع کے لئے جو کہ خداوند عالم کا مہینہ ہے، گویا زیارت نامہ پڑھ رہے ہوں اور اس بابرکت ایام سے گفتگو کر رہے ہوں کیونکہ ماہ رمضان کو خداوند عالم تک پہونچنے والے راستوں میں سے ایک راستہ مانتے ہیں۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۲۳، بند ۴

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی جَعَلَ مِنْ تِلْكَ السُّبُلِ شَهْرَهُ شَهْرَ رَمَضَانَ[1]

منابع و مآخذ

- ❖ قرآن کریم، ترجمہ فولادوند، محمد مہدی، دار القرآن الکریم، تہران
- ❖ نہج البلاغہ، ترجمہ دشتی، محمد، انتشارات بضعۃ الرسول، قم، ۱۳۷۹
- ❖ صحیفہ سجادیہ، (بی تا)، ترجمہ غرویان، محسن، نشر معارف، قم
- ❖ آمدی، عبد الواحد بن محمد، شرح غرر الحکیم ودرر الکلم، مترجم رسول محلاتی، سید ہاشم، دفتر نشر فرہنگ اسلامی تہران، ۱۳۷۷
- ❖ آملی، سید حیدر، جامع الاسرار ومنبع الانوار، تصحیح ہنری کوربو، عثمان یحیٰ، شرکت انتشارات علمی فرہنگی، تہران، ۱۳۴۷
- ❖ ابن منظور، جمال الدین ابوالفضل، لسان العرب، الطبعۃ الاولیٰ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۶ق
- ❖ الراغب الاصفہانی، مفردات الفاظ قرآن، تحقیق صفوان عدنان داوودی، دار القلم، دمشق، ۱۴۱۶ق
- ❖ الفراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، تحقیق مہدی المخزونی وابراہیم السامرائی، البطعہ الاولیٰ، انتشارات اسوہ، قم، ۱۴۱۴ق
- ❖ انصاری، خواجہ عبد اللہ، منازل السائرین، شرح عبد الرزاق کاشانی، انتشارات الزہرا، تہران، ۱۳۷۹
- ❖ جعفری، محمد تقی، نیایش امام حسینؑ در صحرای عرفات، مؤسسہ نشر کرامت، تہران، ۱۳۷۶
- ❖ جوادی آملی، عبد اللہ (بی تا) حماسہ و عرفان، مرکز نشر اسراء، قم
- ❖ جوادی آملی، عبد اللہ، تفسیر موضوعی قرآن کریم، مرکز نشر اسراء، قم، ۱۳۷۷
- ❖ حسن زادہ آملی، حسن، ممد الہمم فی شرح فصوص الحکم، سازمان چاپ وانتشارات، تہران، ۱۳۷۸
- ❖ خمینی، روح اللہ، شرح دعای سحر، نہضت زنان مسلمان، تہران، ۱۳۵۹
- ❖ دلشاد تہرانی مصطفیٰ، سیری در تربیت اسلامی، موسسہ نشر و تحقیقات ذکر، تہران، ۱۳۷۷
- ❖ شیخ صدوق، توحید، مکتبہ الصدوق، تہران، ۱۳۹۱ق
- ❖ صدر المتألہین شیرازی (ملاصدرا) محمد، المبدا والمعاد، دار الہدی، بیروت، ۱۴۲۰ق

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۴، بند ۳

❖ طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، ترجمہ موسوی ہمدانی، سید محمد باقر، دفتر انتشارات اسلامی، تہران، ۱۳۷۷

❖ طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، مکتب المرتضویہ، تہران، ۱۳۴۲

❖ قمی، حاج شیخ عباس، مفاتیح الجنان، ترجمہ موسوی کلانتری، انتشارات پیام آزادی، تہران، ۱۳۷۴

❖ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۵

❖ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمہ الاطہار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ق